Muzubai Aisk.

A Translation,
Into the Hindoostanee Tongue,
of the popular Persian Tales,
entitled
Goolai Bucawley

By
Moonsey Neehalchund Lahoree
under the Superintendent of
John Gilchrist

for the use of Students

Sixth Edition

Bombay
Lith^d at the Hindoostanee Press
of Fuzuloodeen Khumker
By Ruttonjee Cowasjee Shroff
1843

اللہ اکبر

مذہبِ عشق

قِصّہ تاجُ المُلوک اور بکاولی کا مدرسے کے

لئے بموجب حُکم جان گلکرسٹ صاحب بہادر دام اقبالہ کے

مُنشی نِہال چند لاہوری نے فارسی گُلِ بکاولی سے زبانِ

اُردو میں ترجمہ کیا تھا اور میر شیر علی افسوس کی نظرِ ثانی سے

جو اُسوقت میں مدرسے کی تعزیق ہندی کا میر منشی تھا

سنہ ۱۸۰۳ عیسوی میں کلکتہ کے درمیان

چھاپا تھا

بعد اُس کے کئی مرتبہ چھاپا گیا اب اُس کو سنہ ۱۲۲۳ زرتشتی میں

مطابق سنہ ۱۲۵۹ ہجری و مطابق سنہ ۱۸۴۳ عیسوی میں

حسب فرمایش ایدلجی دھنجی بھائی داکتر کے

حقیر تینجی کاؤس جی صراف نے

جزیرۂ معمورۂ مُنبئی میں

فضل الدین کھکر کے چھاپے خانے میں چھپوایا

مذہب عشق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الٰہی کر سخن میرے کو وُہ پھول
کہ ہو ہر ایک کے دِل کا وُہ مقبول

حمد وثنا کی ہمیشہ بہار کا گلستان باغبانِ حقیقی کو سزاوار ہی کہ اِس طُرفہ بوستانِ جہان نے آب ورنگ تازہ اوْر لطافت وطراوتِ بے اندازہ اُس کے روْضۂ رضوان سے پائی پھولوں کی بہاریں اوْر زیبا عُروسوں کے نقش ونگاریں اُسی کے نور کی تجلّی سمائی خامۂ خشک مغز کا کیا مقدور اوْر کِتنی طاقت کہ اُس کی حمد وثنا کی تحریر کے عُہدے سے نِکلے اوْر جو حق لِکھنے کا ہی لِکھ سکے

ہر اِک پتّی سے گل کی بو عیاں کی — وہی عِلّت ہی بُلبُل کے فغاں کی
مُندے مُنہ غنچہ رہتا ہی چمن میں — اُسی کا نام جپتا ہی دہن میں
اُسی کے حُکم نے شیرازہ بندی — قضا وقدر کے دیوان میں کی

جو عکسِ روے لیلیٰ عل میں آیا
تو موے قیس کو سنبل سا پایا

گھٹا گر عفو اور احسان کی اُس کے
مرے اعمال کے گلشن پہ برسے

تو طاعت کی ہوا اُس سے سبز کھیتی
بر آوے دل میں ہی اُمّید جیتی

کہیں جو قہر پر دل اُسکا آجاے
تو جز ظلِ محمّد پھر نہیں جاے

نعت حضرت محمّد مُصطفیٰ کی

دُرود ہی اوپر اُسکے کہ جو باعث بناے زمین و زمان کا اور سبب ایجاد کون و مکان کا ہوا ۔ اُسکے بُراق کے سُم کا نقش مہر و ماہ کی پیشانی پر درُست بیٹھا اُس کے مجمعِ اِمکان سے جہان ہی ایک کتاب اور اُسکی کتاب سے ہستی ہی ایک باب ۔ مصرعہ خاک جو دلچسپ دیکھا تو بیت الافلاک میں نہ رہا * اُس مطلعِ نور و مقطعِ ظہور کے نسخہ وجود نے رباعی عناصر کی اختیار کی

اِس مرحلے کا نہیں ہی پایاں
کہہ اب تو ثناے شاہِ مرداں

منقبت حضرت علی کی

صُبح کے وقت کہ آفتاب نے اپنی روشنی سے نور کی آیت زمانے کے ورق پہ لکھ کر صفحہ جہان کو روشن کیا اُس وقت میں نے چاہا کہ سخن کے دریا میں غوطہ مار کر وہاں سے موتی آبدار جو سخن کے جوہریوں کو منظور ہوں نکالوں جس طرف کہ غور و تامُّل کی نگاہ سے دیکھا اُدھر ڈھیر کے ڈھیر ہی نظر آئے سو چاہا کہ اِن کو

کس پر نثار کروں؟ اسی تردد و تفکر میں تھا کہ اچانک یہہ مژدہ میرے کان میں پہنچا کہ ای غریق دریاے فکر کے یہہ جواہر درخشان دوسرے کے لایق نہیں حضرت علی کے قدموں پر نثار کر۔ یعنے اسکی مدح میں زبان کھول، وہ شہنشاہ کہ جس کے چہرے کے عکس سے ماہ کے رخ پر صفائی آئی اور خورشید کے آئینے نے جلاے وافر اتھائی اگر کہیں ساتویں آسمان کے میدان میں گھوڑا دوڑا وے تو ستاروں کے لشکر میں فتور پڑ جاوے ای شہنشاہ تیری درگاہ میں میری یہی ہی امید کہ دار و گیر قیامت میں مجھہ کو اپنے غلاموں کی صف میں رکھیو اور روے سفید سواے اِسکے اور کیا عرض کروں؟ کہ بندے کو بہت باتیں عرض کرنی اپنے مولا کی جناب میں کمال گستاخی ہی

ناظرین پر روشن ہو کہ شیخ عزت اللّٰہ بنگالی نے یہہ کتاب فارسی میں تصنیف کی تھی اُسنے اِس کا سبب یوں لکھا ہی کہ طالب العلمی کے ایام میں اِس حقیر کو انشا پردازی کے فن میں رغبت تمام تھی اور مسودے بھی کاغذ پر لکھہ چھوڑتا تھا ایک روز رفیق شفیق نذر محمد کہ نو برس تک اِس شوریدہ حال کا مرغ دل اُس شمع جمال پر پروانے کی مانند حیران اور ذرّے کی طرح اُس آسمان ملاحت کے خورشید پر سرگردان تھا چکور کی مانند خراماں خراماں آیا

ابیات

غزالوں سے چشم اُس کی چاہے تھی باج	قمر سے بھی مُنہ اُسکا مانگے خراج
اِن انکھوں کو تھی عشوہ سازی مُدام	کرشمے میں کرتی تھی عالم کا کام

جو مستی میں آجاتی اُن کو لہر ‏— تو دِل کا نگر کرتیں زیر و زبر

خطِ سبز چہرے پہ تھا اُس کے یوں ‏— ہو قرآن پر جدولِ نیل جوں

اگر لعل کی رنگ سے ہووے قلم ‏— تو سُرخی لبوں کی کروں کچھ رقم

اور جیسی کہ ہمارے اُس کے بیچ میں دوستی تھی ویسی ہی طرح کبھی اپنا ہاتھ لا میرے کاندھے پر دھرتا اور کدھی میری گود میں آبیٹھتا آخرش جامِ لب کو تکلّم کی شراب سے بھر کر ہر وضع کی نرم نرم باتوں سے محبت کا بازار گرم کیا، یہہ شوریدہ حال بھی اُس فرشتہ خصال سے متکلّم رہا۔ پھر میرے زانو کا تکیہ لگا کر کہنے لگا کہ مجھ کو نیند آتی ہے جب تک میں سوؤں تم بیٹھے کوئی کہانی کہو، پہلے تو میں نے چاہا کہ میں بھی اُس کے ساتھ لیٹ رہوں لیکن پھر خیال میں گذرا کہ شاید بے مزہ ہو اور یہہ نہ سوچے کہ میرا کہا نہ مانا تو وہ قصّہ کہ جس کی ہر ایک داستان عشق ہی سے بھری ہوئی تھی اُس سرمایۂ بہجت و سرور کے آگے کہنے لگا، من بعد اُس یارِ ارجمند کی خواہش اِس مستمند کو اِس پر لائی کہ اُس دلچسپ قصّے کو فارسی کی عبارت کا لباس پہنا کر نظم و نثر کے زیور سے آراستہ کر کے مشکل پسند دیکھنے والوں کی دید کے لائق کروں اِس میں غرّۂ ذی الحجہ کو کہ سن ایک ہزار ایک سو چوبیس ہجری تھے اُس نو باوۂ باغِ دِل و دیدہ کتیں موت کی صرصر نے جڑ سے اُکھاڑ ڈالا، اِس واقع جانکاہ سے اِس مصیبت زدہ کے ہوش و حواس کا ملائم اُڑ گیا چاہا کہ اوراق مسوّدات اِس فسانے کے بھی پرزے پرزے کر ڈالوں لیکن چند دوستوں نے کہ ایک گونہ پاسِ خاطر اُن کی منظور تھی آکر سمجھایا اور کہا

لیکن نپٹ مُحال ہی پھر اُس کا جوڑنا	آساں بہت ہی لعل بدخشاں کا توڑنا

بہ حکم ضرورت آدھے کو فارسی کیا اور آدھا جوں کا توں رکھا

سبب تالیف اِس کتاب کا یوں کر ہی

کہ اِس مستمند نِہال چند لاہوری کو کہ مولد اِس نحیف کا شاہ جہاں آباد ہی آب و خور نے کھینچ کر بیچ اشرف البلاد کلکتے کے جو اِس وقت میں دار السلطنت ہندوستان کا ہی لا ڈالا اور یہہ خاکسار کپتان ڈیوڈ روبرٹ سن صاحب بہادر کی خدمت میں سابق سے بندگی رکھتا تھا۔ انہیں کی دستگیری سے صاحبِ خداوندِ نعمت حاتمِ زماں دستگیرِ درماندگان منبع جود و عطا چشمۂ فیض و سخا دریاے عنایت و کرامت بحرِ احسان و شجاعت جناب جان گلکرِست صاحب بہادر مدظلہ اللہ تعالیٰ کے دامن تک رسائی ہوئی

ابیات

ثنا میں اُسکی بجا ہی اگر صغیر و کبیر	ہزار صفحۂ کاغذ کرے سدا تحریر
وُہی ہی نخلِ فصاحت کے باغ کا اب تو	گلِ سخن سے نت اُسکے شگفتہ دل ہی ظہیر
وہی ہی گوہرِ بحرِ شجاع و کانِ عطا	نہیں ہی اُسکا جہاں میں کوئی عدیل و نظیر
ضیاے عقل سے روشن ہی اُسکی شمعِ امید	جہاں کی بزم میں دن رات جیسے مہرِ منیر
خدا نے اپنے تفضل سے خلعتِ اخلاق	سجا ہی قامتِ موزوں پہ اُس کی با توقیر

جو کوئی چاہے سو خدمت سے اُسکی فیض اُٹھاے	گواہ اُس پہ ہی دِل سے ہر اک غنی و فقیر
لیاقت اِتنی کہاں خاکسار کو اُس کے	کہ اُس کی بخشش و ہمت کی کر سکے تقریر
ولے خدا سے دُعا مانگتا ہی یہہ دِن رات	سپہر میں رہے جب تک ضیاے مہرِ منیر
سلامت اُسکو رکھے اِحتشام و دولت سے	عدو کو اُس کے کرے دہر میں ذلیل و حقیر

غرض صاحب بہادر کے تفضلات سے اِس ضعیف کی اوقات بخوبی بسر ہونے لگی اور آگے کو بھی اُمید بندھی کہ اگر یہہ دامنِ دولت اپنے ہاتھہ میں ہی تو اِنشاءاللہ تعالی ایک نہ ایک دِن بیڑا پار ہوجائیگا پھر ایک روز خداوندِ نعمت نے اِرشاد کیا کہ قِصہ تاج الملوک اور بکاولی کا فارسی سے ہندی ریختے کے مُحاورے میں تالیف کر کہ باعث سُرخروئی اور یادگاری تیری کا ہو اور موجب خوشنودی ہماری کا چنانچہ اِس نحیف نے بموجب اِرشاد فیض بُنیاد کے اپنے حوصلے کے موافقِ صاحب فلاطون فطنت ۔ والا شکوہ عالی حشمت ۔ فلک اِشتباہ مارکوئیس ولزلی نوآب گورنر جنرل بہادر دام اِقبالہ کے عہد میں ۔ ہندی میں تالیف کیا اور نام اُس کا مذہبِ عشق رکھا ۔ اب ہر ایک سخن رس اور نکتہ دانِ صبح نفس سے یہہ اُمید ہی ۔ کہ جہاں کہیں عبارت کے میدان میں نشیب و فراز نظر پڑے وہاں اِصلاح کے قلم سے ہموار کر دیں اور اِس ہیچمدان کو اپنی نوازش سے ممنون فرماویں

آغاز داستان

کہتے ہیں کہ پورب کے شہروں میں سے کسی شہر کا ایک بادشاہ تھا زین الملوک نام ۔ جمال

اُسکا جیسے ماہِ مُنیر۔ عدل و انصاف اور شجاعت و سخاوت میں بے نظیر اُس کے چار بیٹے تھے ہر ایک عِلم و فضل میں علامۂ زمان جوانمردی میں رُستمِ دوران ۔ خُدا کی قدرتِ کاملہ سے ایک اور بیٹا آفتاب کی طرح جہاں کا روشن کرنے والا اور چودھویں رات کے چاند کی مانند دُنیا کے اندھیرے کا دور کرنے ہارا پیدا ہوا

ابیات

جبیں اُس کی سے مہ نے داغ کھایا
دھنک نے دیکھ ابرو سِر جھکایا

اگر چینِ جبیں اُسکی بناوے
مُصوّرِ چین کا چیں مان جاوے

بلا انگیز آنکھیں جادو آمیز
دو ساغر بے خودی سے جیسے لبریز

وہ گھونگھریالی اُسکی دیکھ کاکُل
پریشاں آج تک ہی حالِ سُنبل

جہاں مجروح ہو تیغِ نگہہ سے
پلک ہر ایک کج خنجر سی جھلکے

وہ مُکھڑا ماہ جِس کو دیکھ للچاے
پڑے خور کی نظر اُس پر تو بل جاے

عجب انداز سے تِل گال پر تھا
جو گنجِ حُسن پر کالا ہو بیٹھا

وہ سینہ تختۂ بلور سا صاف
کہے تو بلکہ ایک ہیرا تھا شفّاف

بہ باغِ حُسن وہ سروِ سرافراز
غرض سر تا بہ پا تھا غرق در ناز

بادشاہ نے باغ باغ ہوکر بڑا جشن کیا اور نجومیوں کو بُلا کر فرمایا کہ اِس کی جنم لگن دیکھو ہر ایک نے

لگن کنڈلی کھینچ کر نام اُسکا تاج الملوک رکھ دیا اور کچھ انگلیوں پر گن گنا کے عرض کیا کہ اِس کے نصیبوں میں دولتِ دُنیوی بے اندازہ ہی اور صاحبِ ہمّت ایسا آج تک نہ کوئی ہوا ہی نہ ہوگا - اِنسان تو کیا ! بلکہ عالمِ جِنیات بھی چاہیئے کہ اِسکا مُطیع اور فرمان بردار ہو - مگر ایک قباحت بھی اِس کے ساتھ ہی کہ جب جہاں پناہ کی نظر اِس پر پڑے تو فوراً شاہ کی آنکھوں سے بینائی جاوے ۔ بادشاہ نے کچھ شاد کچھ ناشاد ہو کر اُن کو تو رُخصت کیا اور وزیر کو یہہ فرمایا کہ ایک محل میں بہ تفاوتِ تمام ہماری گذرگاہ سے اِس کی ماں سمیت کسی مکان میں رکھو ۔ چنانچہ بموجب اِرشاد کے وزیر عمل میں لایا ۔ بعد چند سال کے وہ نونہالِ باغِ سلطنت کمال ناز و نعمت سے پرورِش پاکر ساتھ علم و ہنر کے سرسبز ہوا ۔ ایک روز اُس کو شِکار کی خواہِش ہوئی ۔ سوار ہو کر جنگل میں گیا اور ایک شِکار کے پیچھے گھوڑا اُٹھایا ۔ سچ ہی ہونے والی بات بن ہوئے نہیں رہتی

مصرع

تقدیر کے لِکھے کو اِمکان نہیں دھونا

اِتفاقاً بادشاہ بھی اُسی دِن شِکار کو سوار ہوئے تھے - ایک ہرن کے پیچھے گھوڑا ڈالے کہیں اُسی طرف آنکلے ۔ مثل مشہور ہی کا نے چونٹ کنوندے بھیٹ ۔ جونہیں شاہزادے پر شاہ کی نظر جا پڑی وونہیں آنکھوں کی بصارت جاتی رہی ۔ ارکان دولت نے شاہزادے کو دیکھ کر بادشاہ کے نابینا ہونے کا سبب دریافت کیا ۔ حضرت نے فرمایا کہ لازم یوں تھا جو بیٹے کو دیکھ کر باپ کی آنکھیں اور

روشن ہوں سو یہہ طرفہ ترماجرا ہی کہ برعکس ظہور میں آیا پس اب بہتر یہہ ہی - اِس کو میرے ممالک محروسہ سے نکال دو اور اِس کی ماں کے واسطے خدمت جاروب کشی کی مقرر رکھو ا یہہ فرماکر وہیں اُلٹے پانوں تخت گاہ کو پھرے اور اُسے دیس سے نکلوا دیا پھر بڑے بڑے حکیم مسیحا خصلت بو علی طینت آنکھوں کے علاج کے لئے بُلائے اسب نے متفق ہوکر عرض کی کہ بجز گلِ بکاولی کے اور کسی دارو سے ممکن نہیں کہ خود بدولت اچھے ہوں اگر کسی صورت سے گلِ بکاولی پیدا ہو تو بادشاہ کیا! بلکہ اندھا مادرزاد بھی آنکھیں پاوے ، یہہ سنکر بادشاہ نے اپنے تمام مُلک میں منادی پھروا دی کہ جو کوئی گلِ بکاولی پیدا کرے یا اُسکی خبر لاوے تو اُس کو بہت اِنعام و اکرام دیکر نہال کروں ، اِسی طرح بادشاہ نے ایک مدّت تک اُس کی اِنتظاری میں رورو کر یعقوب کی طرح اپنی آنکھوں کو سفید کیا اور اِس کے غم و الم میں مانند ایوب کی اپنے تئیں گلا دیا - ہر چند کہ خونِ جگر پیا لیکن کسو طرف سے کچھ اُسکا سُراغ نہ مِلا ، ایک روز چاروں بیٹوں نے بادشاہ کی خدمت میں دست بستہ ہوکر عرض کی کہ سعادت مندو ہی لڑکا ہی کہ جس سے ماباپ کی خدمت بن آوے اور اگر سعی و کوشش میں جان تک بھی جاوے تو وہ دین و دُنیا کی نجات اُسی میں سمجھے اِس واسطے ہم اُمیدوار ہیں کہ ہمیں رخصت فرمائیے تو گلِ بکاولی کی تلاش کو نکلیں ، بادشاہ نے فرمایا کہ ایک تو آگے ہی میں اپنی آنکھیں کھو بیٹھا ہوں اُن کا داغ اب تک جگر سے نہیں گیا جو چراغ ہیں اُن کو بہ باد کس طرح سے ہونے دوں یہہ صدمہ تو اُٹھایا ہی نہ جائیگا ا شاہزادوں نے پھر مکرر عرض کیا تب چار ناچار بادشاہ نے

وزیروں کو فرمایا کہ اسباب سفر کا جو چاہئے سو تیار کر دیں چنانچہ انھوں نے بہ موجب حکم کے نقد و جنس

دواب و خیمہ و لشکر سے لیکر جتنا کہ چاہئے موجود کر دیا ۔ بادشاہ سے رخصت ہو کر وے روانہ ہوئے

شاہزادے منزل بہ منزل جاتے تھے ۔ اتفاقاً تاج الملوک (کہ جسکو باپ نے شہر بدر کیا تھا)

آوارگی کے جنگل کو پریشانی کے قدم سے ناپتے ناپتے اُن سے دو چار ہوا اور کسی سے پوچھا کہ یہ کون ہیں

اور کہاں جاتے ہیں ؟ اُس نے بادشاہ کے اندھے ہونے کا قصہ اور سبب اِن کے سفر کا گل بکاولی کی

تلاش کے واسطے تاج الملوک سے بیان کیا شاہزادے نے دل میں کہا

مصرع

کہ اٹھ بخت کو تو بھی اب آزما

مصلحت نیک تو یہ ہی کہ میں بھی بھائیوں کے ساتھ گل بکاولی کی جستجو کروں اور اپنی قسمت کے

زر کو امتحان کی کسوٹی پر جانچوں ۔ اس میں اگر اپنے دامن کو مراد کے پھولوں سے بھروں تو فہو المراد ۔

نہیں تو اسی وسیلے سے باپ کے ملک سے باہر نکلوں ۔ یہہ دل میں ٹھان کر ایک سردار کے پاس

(کہ نام اُسکا سعید تھا) گیا اور بہ ادب تمام سلام کیا اُس کی نظر جو شاہزادے پر پڑی تو دیکھا کہ اُس کی

پیشانی کی چمک خورشید کی روشنی کے ساتھ برابری کر رہی ہی اور چاند سے رخسارے زلف

شب رنگ کے سائے میں ماہ تمام کے سے جلوے لے رہے ہیں پوچھا کہ تو کون ہی اور کہاں

سے آنا ہوا ؟ تاج الملوک نے چند گوہر سخن درج لعلین دہن سے نکالے کہ بیچارہ غریب مسافر

بینکس ہوں - نہ کوئی غمخوار کہ غمخواری کرے - نہ یار کہ شرطِ یاری کی بجالاوے

سعید نے اُس یوسفِ ثانی کی شیریں زبانی سے محظوظ ہوکر بہ صد آرزو و خواہش اپنی رفاقت میں رکھا اور ہر روز الطاف زیادہ کرتا ا کہتے ہیں کہ شاہزادے ایک مُدّت میں شہرِ فردوس کے بیچ (کہ تخت نشین وہاں کا رضوان شاہ تھا) پہنچے اور شام کے وقت دریا کنارے اِس ارادے سے کہ چند روز یہاں ٹھہریں خیمے استادہ کروائے جب مسافرِ آفتاب مُلکِ مغرب کی سیر کو گرم رفتار ہوا اور سیّاح ماہتاب رات کے مُشکی گھوڑے پر سوار ہوکر مشرق کی طرف سے باگ اُٹھا الغاروں چلا تب چاروں شاہزادے اپنے اپنے بادرفتار پر سوار ہوکر بہ طریقِ سیر شہر میں آئے اور اِدھر اُدھر گشت کرنے لگے ا اِس میں ایک محل مُنقّش و مُکلّف (جس کے ہر ایک مکان کے آگے زربافی پردے پڑے ہوئے تھے نظر آیا وہاں کے باشندوں میں سے ایک کو پوچھا کہ یہہ مکانِ عالی شان کس کا ہی ؟ اُس نے جواب دیا کہ یہہ حویلی دلبر لکھا بیسوا کی ہی ا شاہزادوں نے کہا اللہ اکبر یہہ محلِ بادشاہی اِس نے کہاں پایا ! وہ شخص پھر کہنے لگا کہ یہہ رنڈی اِس زمانے میں یکتا ہی - حُسن اور ملاحت میں بے ہمتا شُہرۂ آفاق - اپنے کام میں طاق و رعنائی و زیبائی میں نہایت دلجو - خوبی اور دلربائی میں بغایت خوب رو اچشم خورشید کی مدام اُس کے شمعِ جمال پر مانند پروانے کی شیدا اور چہرہ ماہتاب کا دوام اُس کے مُکھڑے پر فدا * رباعی *

کسی نے راہ میں اُسکی اگر قدم مارا	تو آپ ہی عقل کی فہرست پر قلم مارا

اُسی نے تج دیا ناموس و ننگ کو اپنے ‖ کہ جس نے ذرّہ بھی خواہش میں اُسکی دم مارا

صاحبانِ مُباشرت کے واسطے ایک نقّارہ معہ چوب اُس نے اپنے دروازے پر رکھا ہی۔ جو کوئی جاکر اُسے بجاوے تو وہ عیّاری زمانے کی گھر میں اُسے بُلاوے اور لاکھ روپے لے تب ایک بار اُس سے ملے۔ شہزادے (کہ اپنی دولت اور مال پر نہایت مغرور تھے) نشانِ ہمّت کا اُس کے شوقِ مُلاقات کے میدان میں بلند کر کے دروازے پر گئے اور جاتے ہی بِلا تحاشی نقّارا بجادیا۔ سُنتے ہی اُس مکّارۂ دوران نے دل میں کہا کہ الحمدُ لِلّٰہ بعد مُدّت مدید کسی ایسے نیک بخت نے میرے گھر کا قصد کیا چاہئے کہ میرے حُجرے کو رَوشن کرے اور ایسے موتے تازے شکار نے میرے جال میں آنے کا اِرادہ کیا ہی۔ اغلب ہی کہ دام میں پھنس جاوے

نقل مشہور ہی کہ یہہ طایفہ اِسی تردّد میں رہتا ہی کہ کوئی عقل کا اندھا گانٹھ کا پورا ملے۔ سو خُدا نے ویسے ہی شخص بھیج دئے جھپ جھپ بناؤ سنگار کر۔ زیورِ مُرصّع لال موتی ہیرا زمُرّد جا بہ جا موقعے سے پہن بڑی ٹیپ ٹاپ سے بن ٹھن کر بیٹھی۔ اِس میں یہ بھی آپہنچے چند قدم اِستقبال کر کے ہر ایک کو سونے کی کرسی پر بٹھایا۔ اِتنے میں کچھ رات گئی کہ گلعذار ساقیوں نے زرنگار پیالوں میں شراب لا حاضر کی اور جام کو گردش میں لائے

اِسی طرح آدھی رات گذری تب اُس عیّاری نے کہا اگر اجازت ہو تو تختہ نرد منگاؤں۔ باقی شب اِس شُغل سے کٹے۔ کہا اِس سے کیا بہتر! مکّارہ نے ایک بلّی کے سر پر چراغ رکھا اور لاکھ

روپے کی بازی بدکر کھیلنے لگی لکھنے والے نے یوں لکھا ہے کہ شاہزادوں نے اُس آدھی رات کے عرصے میں پچاس لاکھ روپے ہارے۔ اِس میں خورشید جہاں گرد زمُردّی تختے پر نمود ہوا اور ماہ کا مُہرۂ سیمیں اپنے گھر میں گیا۔ اُس مکرہٹی نے بھی بساطِ بازی لپیٹی۔ شہزادے اپنے مکان پر آئے دوسرے روز جب آفتاب سیّاحوں کی طرح مغرب کی منزل میں پہنچا اور ماہتاب بادشاہوں کی مانند سپاہِ انجم کو لئے تختِ فیروزہ رنگ پر رونق بخش ہوا۔ شاہزادے اُسی آن بان سے اُس کے یہاں آئے اور بدستور طلا کی چوکیوں پر بیٹھے۔ حورلقا لونڈیاں خدمت میں آحاضر ہوئیں اور بھانت بھانت کا کھانا سونے روپے کے خوانوں میں لا دسترخوان پر چُن دیا۔ بعد تناولِ طعام تختۂ نرد منگوا کر دس لاکھ روپے کی بازی مقرّر کر کے کھیلنے لگے۔ غرض اُس رات سب مال و متاع نقد و جنس ہاتھی گھوڑے اونٹ وغیرہ جس قدر کہ رکھتے تھے۔ ہار گئے تب اُس مکّارہ نے بازی سے ہاتھ کھینچ کر کہا۔ اے جوانو! تُمھارا سرمایہ آخر ہو چکا۔ اب بساطِ بازی لپیٹو اور بادو گوشِ وینی اپنے گھر کی راہ لو۔ شاہزادوں نے کہا کہ اب کی بار ہم اپنے طالع کے زر کو امتحان کی ترازو میں تولیں۔ اگر ہمارے بخت کا پلّا جھکے تو اپنی ہاری ہوئی جنس سب تجھ سے پھیر لیں۔ نہیں تو ہم چاروں تیرے زر خرید غلام ہو کر رہیں

جب یہ قول و قرار ٹھہرا تب اُس اُچھال چھکّا نے طرفۃ العین میں وہ بھی بازی جیت لی اور سب اسباب نقد و جنس اُن کا اپنی سرکار میں داخل کیا اور اُن کو قیدیوں کے سلسلے میں الگ ورثے سیکڑوں تھے

بھیج دیا لشکر و سپاہ اور رفیق اُن کے پنکھڑیوں کی مانند گُلِ خزاں زدہ کی درہم برہم ہو گئے تاج الملوک نے

دل میں مصلحت باندھی کہ اب کچھ ایسا کیا چاہئے جو اُن کی مُخلصی کا موجب ہو اور میرا کام بھی نمایاں

یہہ دل میں سمجھ سمجھا شہر میں آیا اور ایک امیر کے درِ دولت پہ جاکے دربانوں کو کہا کہ مسافر ہوں بے خانماں

کسی عمدہ قدردان کو ڈھونڈھتا ہوں تمھارے صاحب کا خلق پسندیدہ ازبسکہ مشہور ہی اگر اپنی بندگی

میں بندے کو نوازیں تو بدل و جان خدمت بجا لاوے ان میں سے ایک نے امیر کی خدمت میں جاکر

شاہزادے کی کیفیت عرض کی فرمایا اُسے حاضر کر۔ وہ لے آیا امیر نے اُس کے مُنہہ کو دیکھکر کہا یا الہٰی

کیا آفتاب چوتھے آسمان سے انسان کے قالب میں آیا۔ یا کوئی غلمان بہشتِ بریں سے زمیں پر اُترا

بیت

پیشانیِ نازنیں پہ اُس کی	چمکے تھا ستارۂ بلندی

غرض امیر نے اُسے اپنی خدمت میں رکھا اور ہر روز مہربانی کی نظر اُس کے حال پر زیادہ کرتا

تیسرا قصّہ تاج الملوک کے تختہ نرد کھیلنے کا دلبر لکھا بیسوا سے اور جیتنے میں تمام مال و اسباب کے

جب تاج الملوک کو اُس کی خدمت میں کئی ایک مہینے گذرے اور اُسنے اپنی وجہہ مقرری سے

کچھ روپے جمع کئے ایک روز اُس کی خدمت میں عرض کی کہ ایک فدوی کے آشناؤں

میں سے اِس شہر میں تازہ وارد ہی اگر حکم ہو تو ہر روز چار گھڑی کے واسطے اُس کے پاس جایا کروں

امیر نے کہا بہتر پس شاہ زادہ ہر روز تختہ نرد کھیلنے والوں پاس جا بیٹھتا اور اُنسے کھیلتا
یہاں تک کہ اُس کے سب قانون دریافت کئے جب ہر ایک سے بازی ہاتھ آنے لگی تب
تاج الملوک نے یہہ تجویز کی کہ اب عیارنی سے کھیلئے اور اپنے طالع کے قُرعے کو اِمتحان کے
تختے پر ڈالئے پھر خدا کی قدرت کا تماشا دیکھئے کہ پردۂ غیب سے کیا ظاہر ہو
یہہ دِل میں ٹھان کر ایک روز اُس کے دروازے کی طرف گیا دیکھا کہ ایک بڑھیا اندر سے باہر
آتی ہی اُس سے پوچھا کہ یہہ کون ہی ؟ اُس نے کہا کہ یہی یہاں مدار المہام ہی بدون اِس
کی اِجازت کے وہ کوئی کام نہیں کرتی ۔ تاج الملوک نے دِل میں کہا کہ اب کچھ مکر پھیلایا چاہئے اور
محبت کا رِشتہ اِس کے گلے میں ڈالئے ۔ اِسی کے ہاتھ سے میرا کام نِکلے تو نِکلے ۔ یہہ تجویز کر کے اُس دن
تو چلا آیا پھر ایک روز وہی بڑھیا اُسے دِکھائی دی دَوڑ کے سلام کیا اور پانوں پر سر رکھ کر بے اختیار
رونے لگا ۔ بڑھیا نے پوچھا تو کون ہی اور کہاں سے آیا ؟ مگر دیوانہ ہی یا مظلوم کہ اِس طرح
پھوٹ پھوٹ روتا ہی شہزادے نے کہا

ابیات

کیا پوچھتی ہی مجھ سے ہی حال میرا ابتر ۔۔۔ دُنیا میں کوئی مجھ سا ڈھونڈھے تو پاوے کمتر
آتش سے غم کی میرا سینہ جلا بھُنا ہی ۔۔۔ دو دِن کی زندگانی میرے پہ اب بلا ہی
گردش سے آسماں کی کیا کیا ستم ہی مجھ پر ۔۔۔ سائے بغیر اپنا ساتھی نہیں نہ رہبر

ای ماما! مُسافر ہوں بے سروپا - اِس بیگانے شہر میں نہ کوئی یار نہ آشنا بجز باری تعالیٰ کی ذات کے نہ اپنا کوئی پُشت پناہ نہ کسی کا آسرا پورب دیس وطن ہی میرا - ایک میری دادی تھی وہ بھی قضائے الٰہی سے کئی برس ہوئے کہ مجھ کو اِس عالمِ فنا میں اکیلا چھوڑ کر بہشت نصیب ہوئی اُس کے تمام آثار میں نے تجھ میں پائے اِس واسطے بصد آرزو تیری پابوسی کی اگر میرے اِس حالِ زار کو الطاف کی نظر سے تو دیکھے اور اِس عاجز کی غریبی و بےکسی پر رحم فرماوے تو میں تیرا ہی ہوکر رہوں اور بجائے دادی کے تجھ کو تصوّر کروں

بیت

نظر سے اپنی جو کرتے ہیں خاک کو اکسیر	کبھی تو گوشۂ چشم اِس طرف کریں لِلّٰہ

اُسی چکنی چپڑی باتوں سے اُس پیرزال کا دل موم کی مانند پگھل گیا بولی ای جوان! میرا بھی اِس جہان میں اپنا کوئی نہیں رہا - آج سے میں تیری دادی اور تو میرا پوتا - پھر تاج الملوک نے کہا کہ ای دادی صاحب! کئی روز سے میں ایک جگہہ نوکر ہوا ہوں - اُس کی فرمانبرداری لازم بلکہ واجب ہی - ہر روز تمھاری قدم بوسی کے واسطے نہ پہنچ سکوں گا مگر کبھی کبھی

بڑھیا نے کہا بیٹا! کیا مضایقہ اگرچہ شہزادے نے ہر روز کے آنے کا عذر کیا لیکن مدام اُس غمخوار کے گھر جاتا اور چاپلوسی و تملّق کی بہت سی باتیں کرتا آخرش رفتہ رفتہ اُس کا محرمِ راز ہوا - اِسی طرح سے کچھ روز گذرے ایک دن شاہ زادہ کچھ روپے اُس کے پاس لے گیا اور کہا دادی صاحب

یے روپے رکھ چھوڑو یا اگر کسی کام میں درکار ہوں تو خرچ کرو ۔ بڑھیا بولی بیٹا! تیرے روپے
لیکر میں کیا کرونگی خدا کا دیا میرے گھر سب کچھ ہی کسی چیز کی کمی نہیں اگر تجھے کسو کام کے
لئے کچھ درکار ہو تو یہہ نقد و جنس تیرا ہی ہی بے وسواس اپنے تصرف میں لا

فرد

کھانے کے لئے یہہ زر ہی ای نور بصر ‖ رکھ چھوڑنے کو تو سنگ و زر یکساں ہیں

غرض شاہزادے نے جب اُس کو اپنے حال پر مادرِ مہربان سا مہربان پایا ایک روز بیٹھ کے
اِدھر اُدھر کی باتوں کا تذکرہ نکالا اور اُس مذکور میں یہہ بھی ذکر لا ڈالا کہ ای دادی صاحب!
یہہ تم کو کچھ معلوم ہی کہ جو کوئی اُس عیارنی سے تختۂ نرد کھیلتا ہی وہ اُس سے بازی کیوں
نہیں پاتا ؟ اُس نے جواب دیا کہ بیٹا! یہہ راز نہایت نازک ہی ۔ خبردار ہرگز کسی سے نہ کہیو
ایسا نہو کہ یہہ بات طشت از بام ہووے اور اُس کی بھنک اُس خام پارہ کے کان میں پڑے
جو میرے زوال کا باعث ہووے ۔ شاہزادے نے کہا استغفر اللہ یہہ کیا بات ہی ۔ بڑھیا بولی
کہ اُس نے ایک بلّی اور چوہے کو پرورش کرکے یہہ سکھایا ہی کہ بلّی کے سر پہ چراغ رکھنے تو
وہ لئے رہے اور چوہا دئے کے سامنے میں دبا بیٹھا رہے جب کہ اُس کا خاطر خواہ پانسا نہ پڑے تب بلّی
چراغ کو ہلا کے نردوں پر سایہ ڈالے اور چوہا پانسے کو اُس کے حسب دلخواہ اُلٹ دے ۔ پس جو کوئی
اُس سے کھیلنے آتا ہی بلّی اور چوہا جو کہ اُنھیں خوب ذہن ہو رہا ہی عمل میں لاتے ہیں ۔ یہہ اُن کی مدد سے

جیتی ہے ۔ وہ بیچارہ ہار جاتا ہے لیکن کسی کھلاڑی نے آج تک نہیں تاڑا اور جو کہ اِس ارادے پر آیا اُس نے داغ ندامت کا اپنی پیشانی پر کھایا

تاج الملوک یہہ باتیں دریافت کر بازار میں گیا اور ایک نیولے کا بچہ مول لیکر اُسے آستین میں رکھ یہہ سکھانے لگا کہ جوں ہیں وہ چٹکی کی آواز پاوے وونہیں مانند بچۂ پلنگ کی کود کر آستین سے باہر آوے جب اِس طرح سیکھ سکھا وہ طاق ہوا تب ایک روز شاہ زادہ بڑھیا سے یہہ کہہ چلا تھا کہ اب میں اِس نوکری سے اُداس ہوا ہوں اگر تو ہزار روپے سے میری مدد کرے تو تجارت کروں

بڑھیا نے کوٹھری میں لیجا کر کہا کہ دیکھ بیٹا یہہ سب روپیا پیسا حاضر ہے جتنا چاہئے اُتنا لے تب شاہ زادہ ہزار روپے اُس سے لیکر امیر کی خدمت میں گیا اور عرض کی کہ میرے آشناؤں میں سے ایک کا آج بیاہ ہے اگر سرکار سے ایک خلعت فدوی کو مرحمت ہو تو عزت و حرمت اُس مجلس میں جاوے امیر نے اپنا ملبوس خاص شاہ زادے کو عنایت کیا اور فرمایا کہ گھوڑوں میں سے بھی جو کہ تیری پسند ہو لیجا تب تاج الملوک حضور کے خاصے پر سوار ہو اُس بیسوا کے دروازے پر گیا اور گھوڑے سے اُتر بے باکانہ قدم اندر رکھا اِس کی ہیبت سے اُس کے مونھ کا رنگ پھیکا پڑ گیا ۔ اِستقبال کے لئے دوڑی آئی ۔ شہزادے نے کہا کہ تو ایک مدت سے اِس شہر میں مسافروں کی دمساز رہتی ہے اور میں کہ اِس شہر کے والی کا خواص ہوں ۔ کبھی مجھ سے رجوع نہیں ہوتی ۔ بہر حال لاکھ تحفہ یاروں کی بھی نذر کر اُس نے شاہ زادے کو باعزاز تمام جا دیکر کرسی پر

بٹھایا اور آپ ہٹ کر نیچے بیٹھی۔ اِس میں شاطرِ فلکِ کج باز نے آفتاب کی سُنہری نرد کو مغرب کے
گھر میں چھپایا اور فرقدان کی رُپہری کعبتین کو تختۂ طلوع پر پھینکا۔ شہزادے نے کہا میں سُنتا ہوں
کہ تجھ کو تختۂ نرد کھیلنے سے بڑا شوق ہے۔ آؤ ایک بازی کھیلیں۔ اُس مکر ہائی نے پہلے تو
بہت سی ناہیں نوہیں کیں آخرش بالضّرور شاہزادے کے کہنے سے تختۂ نرد منگوا بدستورِ قدیم بلّی
کے سر پر چراغ رکھا اور لاکھ روپے کی بازی بدکر پانسا پھینک دیا۔ پہلی بازی تو شاہزادے نے
جان بوجھ کے ہار دی اور اُس نے بلّی چوہے کی مدد سے جیت لی۔ پھر دوسری بازی رکّھی کھیلتے
کھیلتے جو ایک داؤ اُس کی خاطرخواہ نہ پڑا تو وونہیں بلّی نے سر ہلایا چوہا کہ اِسی بات کا مُنتظِر چراغ
کے سائے میں بیٹھا تھا۔ اُس نے چاہا کہ پانسے کو اُلٹ دے۔ تاج المُلوک نے وونہیں چٹکی بجائی۔ آواز
سُنتے ہی نیولا مانندِ بچۂ پلنگ کی جست کر کے آستین سے نِکلا۔ چوہا تو اُس کی صورت دیکھتے ہی کافور
ہو گیا اور بلّی پر بھی ایسی دہشت غالب ہوئی کہ چراغ سر سے پھینک کر وُہ بھی ہوا ہو گئی

اِس بات سے شاہزادے نے نہایت برہم ہو کر کہا کہ اے عیارنی! تو نے کیا بھگل نکالا ہے،
باوجودیکہ تیرے گھر لعلِ شب چراغ تک ہیں۔ ایک شمعدان بھی نہیں رکھنی۔ اِس بات سے
وُہ نہایت خجل ہوئی۔ تمام بدن پسینا پسینا ہو گیا۔ اُسی وقت فتیلہ سوز منگوا کر رکھا اور دونوں
پھر اُسی کام میں مشغول ہوئے

کہنے والا یوں کہتا ہے کہ شاہزادے نے اُس رات میں سات کروڑ روپے جیتے۔ اِس میں

صُبح صادِق ہوگئی ۔ تاجُ المُلوک نے کہا کہ اب حضرت جہاں پناہ کے ناشتے کا وقت عنقریب
آپہنچا ہے۔ اگر میں اِس وقت حضورِ اعلیٰ میں حاضر نہ ہوں تو موجب قباحت کا ہوگا۔ یہہ کہکر
اُٹھ کھڑا ہوا اور وے روپے شام کے وعدے پر اُسی کے پاس چھوڑ امیر کی خدمت میں آ
حاضِر ہوا ۔ شام کی اِنتظاری میں تمام دِن جوں توں کاٹا سورج کے ڈوبتے ہی اپنے تئیں سج سجا ایک
ایسے گھوڑے بادرفتار پر کہ جِس کی جلدی کے رشک سے بادِ صبا بھی ہردم دمِ سرد بھرتی تھی
سوار ہوکر اُس کے گھر پہنچا یہہ خبر سُنکے اُس نے چند قدم چار ناچار اِستقبال کیا اور شہزادے کو
بدستور کُرسی پر لا بٹھایا ۔ کھانا کھانے کے بعد کروڑ روپے کی بازی ٹھہرا کر کھیلنے لگی ۔ کہتے ہیں کہ
اُس کھلاڑی نے آدھی رات کے عرصے میں قریب سو کروڑ کے جو نقد اُس کے خزانے میں تھے ہار دئے
تب ششدر ہو کے شش و پنج کرنے لگی ۔ آخر اثاث البیت کی نوبت پہنچی ۔ وہ بھی تاجُ المُلوک کے
ہاتھوں ہاتھ ہاتھ لگا ۔ پھر اُسنے کہا کہ اب تو تیرے پاس کُچھ باقی نہیں رہا ۔ اِتنی رات کِس شغل سے کٹیگی
بھلا اب ایک کام کر کہ پورب پچھم کے شاہزادے جو تو نے مکر و فریب سے قید کر رکھے ہیں اُن پر ایک
بازی کھیل اگر تو جیتی تو میں لاکھ روپے دوں نہیں تو اُن کو میں لوں اور جو چاہوں سو کروں ۔ اِس بات
پر وہ راضی ہوئی ۔ پل مارتے شاہزادے نے وہ بھی بازی الگ جیت لی تب وہ بولی کہ ای جوانِ
جواں بخت ! ایک بار اور میں اپنے نصیب کو آزماؤں اگر یہہ بازی میرے ہاتھ آئی تو اپنی سب جِنس
ہاری ہوئی تجھ سے پھیر لوں ۔ نہیں تو تیری لونڈی ہوکر رہوں

شاہ زادے کے طالع کا ستارہ آسمانِ سعادت پر چمک رہا تھا بات کی بات میں وُہ بھی بازی

لے لی تب تُو سروقد اُٹھ کھڑی ہوئی اور ہاتھ جوڑ کر کہنے لگی کہ ای جوان نیک بخت بخدا کی

مدد اور طالع کی یاوری سے تو نے مُجھے اپنی لونڈیوں میں ملایا اور لونڈی کیا

غرض جس شکار کے واسطے روے زمین کے بادشاہوں نے اپنی تمام عمر صرف کی بخت بلند کی

امداد سے اُس کو تو نے ہاتھوں ہاتھ پکڑ لیا اب یہہ بہتر اگھر ہی مُجھ کو اپنے نکاح میں لا اور باقی

عمر ساتھ دولت و حشمت کے یہیں بسر لیجا

تاج المُلوک نے کہا کہ یہہ مُجھ سے نہ ہو سکیگا - کیوں کہ مُجھے ایک بڑی مُہم درپیش ہی اگر حق تعالی

کے فضل وکرم سے میں اُس پر فتحیاب ہونگا تو البتہ تو بھی کامیاب ہوگی واب تُجھے لازم ہی کہ

بارہ برس تک میرے انتظار میں نیک بختی کا لباس پہن کر حق سُبحانہ تعالی کی عبادت میں مشغول

رہے اور اپنے کسب سے ہاتھ اُٹھاوے - اُس نے کہا ای بوستانِ سرداری کے نونہال! اب تک

تیرے گلشنِ جوانی کا شگوفہ بھی نہیں پھولا اور بہارستانِ شباب کے چمنوں کو صرصرِ پیری کا جھونکا

بھی نہیں لگا - کیا لازم ہی جو تو سفر کر کے محنت کے آتشکدے میں عمداً اپنے تئیں ڈالے اور سرگردانی

کی آگ قصرِ شادمانی میں قصداً لگاوے - مُجھ کو بھی اِس کیفیت سے مُطّلع کر کہ میں بھی تیرے ساتھ

جب تک میرے قالب میں جان رہے اور وُہ مُہم سر نہ ہو - سعی و تردّد کروں کہ اب مُجھ کو

تیرے بغیر یہہ گھر بندی خانہ ہی

بیت

اے فصیحؔ گھر بغیر از یار کے زندان ہے	در پہ ہر اِک گھر کے لکھا چاہیئے اس بات کو

جب کہ اُس علامہ نے اِس رازِ سر بستہ کے کھولنے میں حد سے زیادہ مبالغہ کیا تب شاہزادے نے کہا کہ سُن میرا نام تاج المُلوک ہے اور زین المُلوک شرقستان کے بادشاہ کا بیٹا ہوں۔ قضا کار میرے باپ کی آنکھیں جاتی رہیں۔ حکیموں اور طبیبوں نے بالاتفاق گُلِ بکاولی کے سوا اور کوئی دوا تجویز نہ کی اُسی روز سے میرے چار بھائی (جو چند روز سے تیری قید میں ہیں) گُلِ مذکور کی تلاش کو نکلے میں بھی خفیہ اُن کے ساتھ تھا سو وے تو تیرے مکر و فریب کے دام میں پھنس گئے۔ میں سینکڑوں حیلوں سے تجھ تک پہنچا اور غالب ہوا۔ اب اُسی کی کھوج میں جاتا ہوں اگر گُلِ مقصود میرے ہاتھ آیا تو آیا۔ نہیں تو اُسکے پیچھے تو جان لے کہ میں جی تک بھی گنواؤں گا۔ یہہ سُنکر اُس نے کہا اے شاہزادے! یہہ کیا خیالِ باطل تیرے دل میں سمایا اور اندیشۂ فاسد تیرے جی میں آیا! ذرّے کو کیا مجال کہ اپنے تئیں آفتاب کی منزل میں پہنچاوے۔ پرندکی کیا طاقت کہ آپ کو ہم قدم بادِ صبا کا بناوے

سُن۔ بکاولی پریوں کے بادشاہ کی بیٹی ہے۔ اُس کے باغ میں وہ گُل ہوتا ہے۔ پر اُس چار دیواری کو آفتاب جہاں بین بھی آنکھ اُٹھا کے نہیں دیکھ سکتا۔ ہزاروں دیو اُس کی نگہبانی کے واسطے چاروں طرف مُستعد رہتے ہیں۔ کسی ذی رُوح کو یہہ طاقت نہیں کہ بے اجازت اُن کی وہاں تک پہنچے

اور انگنت پہریاں پاسبانی کے لئے اُدھر میں مقرر ہیں کہ کوئی پرندہ اُس پر پر نہ مارے اسواے اِس کے
زمیں پر سانپ بچھو لا انتہا آٹھ پہر چوکی دیتے ہیں کہ کوئی اُس راہ سے بھی اُس کے پاس نہ پہنچ
سکے اور زمین کے نیچے چوہوں کا بادشاہ ہزاروں چوہوں سے دن رات خبرداری کرتا ہی کہ
سُرنگ کی راہ سے بھی کِسی کی رسائی نہ ہووے ۔ سچ تو یہہ ہی چیونٹی چاہے کہ رینگتی
ہوئی کِسی حیلے سے اُس تک پہنچے مُمکن نہیں ۔ ای شاہزادے! تو اپنے تئیں ہرگز اِس خرابی
میں نہ ڈال قُرانِ شریف میں آیا ہی کہ نہ ڈالو تُم اپنے ہاتھہ ہلاکت کی طرف اور سعدی نے
بھی فرمایا ہی

بیت

لیک تو مُنہہ میں اژدہے کے نہ جا		کوئی مرتا نہیں ہی بِن آئے

شہزادے نے کہا فی الحقیقت یہی بات ہی پر حق تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے خلیل اللّٰہ پر
آگ کو گلزار کر دیا تھا ۔ اگر میں عاشقِ ثابت قدم ہوں اور میرے عشق کا جذبہ صادق ہی تو
البتہ شاہدِ مُراد کے دامن تک میرا دست رس ہوگا

مصرع

کیا کر سکے ہی دُشمن جو دوست مہرباں ہو

تو میرے چھوٹے سے قد پر نہ جا اگرچہ بنی آدم قوّت میں دیوؤں سے کمتر ہیں لیکن فہم و فراست میں

زیادہ تر

زیادہ تر ہیں ، چُنانچہ حق تعالیٰ کا فرمودہ ہی کہ ہرآئینہ بزُرگی دی ہی میں نے آدم کو

حکایت بِرہمن اور شیر کی

وُہ تو نے سُنا ہی یا نہیں کہ کِسی جنگل میں ایک روز کِسو بِرہمن کا گذر ہوا کیا دیکھتا ہی کہ ایک شیر موٹے رسّے سے جکڑا ہوا پنجرے میں بند ہی ۔ وہ اِس کو دیکھ کر نہایت غریبی سے گِڑگِڑانے لگا کہ ای دیوتا ! اگر تو میرے اِس حالِ زار پر رحم کر کے اِس قید سے مجھکو نجات بخشے تو اِس جان بخشی کے عِوض ایک نہ ایک دِن میں بھی تیرے کام آؤنگا ۔ بِرہمن سادہ لوح کا دِل شیر کے بِلبِلانے پر بھر آیا ۔ عقل کے اندھے کو یہہ نہ سوجھی کہ دُشمن ہی ۔ اِس کی بات کا اِعتبار نہ کیا چاہئیے بِلا تامُّل قفس کا دروازہ کھول کر اُس کے ہاتھ پاؤں کھول دئیے ۔ بند سے خلاص ہوتے ہی اُس خونخوار نے اُس کو نہ اندیش کو گردن سے پکڑ کے اپنی پیٹھ پر ڈال لیا اور وہاں سے چل نِکلا

بیت

جیسے نیکوں سے کی بدی تو نے	نیکی کرنی بدوں سے ہی اِیسی

بِرہمن نے کہا ای شیر ! میں نے نیکی کی اُمیّد پر تیرے ساتھ بھلائی کی تھی بر خلاف اِس کے تو نے اِرادہ بدی کا کیا

مصرع

ہیں نیکی سے گذرا بدی بھی نہ کر

شیر بولا کہ ہمارے مذہب میں نیکی کی جزا بدی ہی جائز ہی - اگر میرے کہنے کا اعتبار نہو تو چل کسی دوسرے سے پچھوا دوں - جو وہ کہے سو کریں اِس بات پر وہ گوبر گنیس راضی ہوا

اُس جنگل میں ایک بڑا پرانا بڑ کا درخت تھا شیر اور برہمن اُس کے نیچے گئے شیر نے اپنی درخواست اُس سے ظاہر کی - اُس نے درجواب اُسکے کہا - سچ کہتا ہی - اِس وقت میں نیکی کا بدلا سوائے بدی کے اور کچھ نہیں

ای برہمن اِس کہ میں بر سر راہ ایک پاؤں سے کھڑا ہوکر سب چھوٹے بڑے مسافروں پر سایہ یکساں کرتا ہوں لیکن جو مسافر کہ گرمی کا مارا ہوا میری چھاؤں میں آکر ستاتا ہی - وہ جاتے وقت میری ڈالی توڑ کر اپنے مونہہ پر سایہ کرنے کو لیجاتا ہی - کوئی میری شاخ کی لاٹھی بناتا ہی - پس بھلائی کا عوض بُرائی ہی یا نہیں

شیر نے کہا - کہو دیوتا! اب تم کیا کہتے ہو؟ کہا کسی اور سے بھی پوچھ شیر نے چند قدم آگے جاکر رستے سے اِس بات کو پوچھا - اُس نے بھی کہا کہ شیر سچا ہی سنو مسرجی! مسافر مجھے بھول کر اِدھر اُدھر بھٹکتا پھرتا ہی جب کہ میں اُسے مِلتا ہوں تب وہ بہ آرام اپنی منزل مقصود کو پہنچتا ہی لیکن اُس کے بدلے میری چھاتی پر وہ پیشاب کرتا ہی بلکہ جا ضرور بھی پھرتا ہی

برہمن بولا دست مان یعنے تیسرے سے اور بھی اِس بات کو دریافت کر پھر جو تیری رضا ہو سو ہی بہتر شیر آگے بڑھا - سامھنے سے ایک گیدر ٹیلے پر بیٹھا دکھائی دیا اور اُس نے بھی دیکھا کہ شیر آدمی کو

جیتا جاگتا لئے آتا ہی ، اِس علّت سے اُس نے جانا کہ کُچھ دال مین کالا ہی ۔ اِرادہ بھاگنے کا کیا شیر
للکارا کہ ای گیدر! تو کُچھ اندیشہ نہ کر ۔ ہم ایک بات پوچھنے تیرے پاس آئے ہین ، تب وہ بولا کہ
حضرت کو جو کُچھ اِرشاد کرنا ہو سو دور ہی تشریف رکھہ کے کرین کہ خود بدولت کے رُعب سے اِس
عاجز کے ہوش و حواس کا طایر اُڑا جاتا ہی

شیر نے کہا کہ اِس برہمن نے مجھہ سے نیکی کی ہی اور مین اِرادہ بدی کا رکھتا ہون ، کہہ تو اِس مین
کیا کہتا ہی گیدر نے عرض کیا کہ یہہ بات اِس خاکسار کے خیال مین نہین گذرتی جو آپ اِرشاد
کرتے ہین ، (آدمی کی کیا مجال جو قوی ہیکل جانوروں کے شہنشاہ سے جس کے روبرو اِنسان پشّہ
سا ہی) کُچھ نیکی کر سکے ، ہرگز اِس بات کا مجھکو اِعتبار نہین آتا جب تک کہ اپنی آنکھون نہ دیکھون
، شیر نے کہا آہم دکھادین ، پھر شیر برہمن کو لئے آگے آگے اور گیدر آہستہ پیچھے پیچھے روانہ
ہوا ایک آن مین پنجرے کے پاس تینون آپہنچے ، برہمن نے کہا ای گیدر! شیر اِسی
کٹہرے مین تھا ۔ مین نے خلاص کیا ۔ کہہ تیرا کیا فتوی ہی ؟ گیدر بولا کہ اِتنا بڑا شیر
اِس چھوٹے سے پنجرے مین کیونکر تھا ۔ اب میرے روبرو پھر اِس مین جاوے اور جس طرح
کہ اُس کے ہاتھہ پاؤن بندھے تھے اُسی صورت سے باندھ کے پھر تو کھولے تو مین جانون ، شیر
اندر گیا اور برہمن اُس کے ہاتھہ پاؤن باندھنے لگا ، گیدر نے کہا کہ اگر آگے سے اُن کے باندھنے مین
کُچھ بھی فرق کریگا تو باللہ مین ہرگز اِس بات کا جواب نہ دے سکونگا ، اُس نے گیدر کے کہنے

شیر کو خوب مضبوط باندھا اور قفس کا دروازہ بند کر لے کہا ای گیدر! دیکھ اِس طرح یہہ گرفتار تھا جو میں نے کھولا۔ گیدر بولا کہ پتھر پڑیں تیری عقل پر۔ ای نادان! ایسے دشمنِ قوی سے نیکی کرنی اپنے پیر میں آپ کلھاڑی مارنی ہے۔

تجھے کیا ضرور کہ بیری کو قید سے چھڑاوے۔ جا اپنی راہ لے کہ دشمن تیرا مغلوب ہوا سچ ہے جو کوئی بے صبری و فریاد اپنے نفس کی (جو مثلِ شیرِ ایذا دہند جسم کے پنجرے میں بند ہے) سُنے اور اُس کے حال پر رحم کر کے صبر و توکّل کی رسّی اُس کے ہاتھ پاؤں سے بے محابا کھول دے تو پھر صورت اپنے تئیں اُس کا لقمہ بناوے مگر حضرِ رہنما کی دستگیری سے بچے تو بچے۔ ای بیسوا! یہہ ذکر اِس واسطے میں نے یہاں کیا جو تو جانے کہ طاقتِ جسمانی قوّتِ روحانی پر زیادتی نہیں رکھتی۔ اب تجھے یہہ لازم ہے کہ پورب پچھم کے شاہزادوں کو (جو تو نے اپنے مکر و فریب سے قید کیا ہے) چھوڑ دے کہ حق تعالیٰ تجھ کو بھی دوزخ کی قید سے نجات بخشے

لیکن اپنے بھائیوں کے واسطے بہت تقیّد کیا کہ جب تک خدا مجھے پھر یہاں لاوے تب تلک اُن کی حفاظت قرار واقعی کیجو۔ یہہ کہہ کے رخصت چاہی تب اُس نے با چشمِ خونبار یہہ چند اشعار پڑھے

ابیات

آتشِ سوزاں میں تو ای شوخ بے پروا نہ جا	نقدِ جانِ بیکساں کو لوٹ کر تنہا نہ جا

تشنہ لب ای ابرِ نیساں اِس صدف کو چھوڑ کر
طرف ویرانے کی ظالم اِس قدر دوڑا نہ جا

حادثوں کی باؤ چلتی ہی جہاں میں بسکہ تند
کلبۂ احزاں سے تو ای شادیِ دلہا نہ جا

تو نہیں واقف ہی حیلے سے زمانے کے ابھی
یوسفِ دوراں یہہ زنداں ہی تو اب پھر آ نہ جا

جس میں تو جاتا ہی وہ ہی بحرِ ناپیدا کنار
مان میری بات کو ظالم یہیں رہ جا نہ جا

حشر میں پروانے کو دیویگا پھر تو کیا جواب
چھوڑ کر اِس کو کہیں ای شمعِ نور افزا نہ جا

ای عزیز! تو نے معلوم کیا کہ یہہ میں نے کیا کہا اُس اِس بات کا
حاصل یہہ ہی کہ دلِ عرش منزل تیرا جو رونق بخشِ تختِ بادشاہی کا اور دیکھنے والا مادّی و مجرّد کا تھا
جب کہ اُس کی آنکھ اِس خلفِ ناپاک پر (جو عالمِ خاکی سے ہی) پڑی - تبھی سے اُس بصارت کے
آئینے کو زنگ لگا اور دیدۂ روشن تاریک ہو گیا اب اُٹھ اور سرمۂ بینائی ڈھونڈھ یعنے گُلِ مراد
کی تلاش میں دوڑ دھوپ کر لیکن راہ میں دُنیاے عیارہ کی بازی میں کہ تختۂ فریب کا دھرا ہوا
اُس کا اور نردِ دغا کی بنائی ہوئی اُسی کی ہی مشغول نہو جیئو - مبادا وہ فاحشہ پہلے تیرے تئیں
فریفتہ کر کے بُتّا دیوے اور بعد اُس کے مکر کی بلّی اور فریب کے چوہے کی مدد سے اچھّا پانسا اپنے
حسب المدّعا پھینکے اور اچانک تیرے توکّل کا سرمایہ آخر ہو جاوے تب تجھ کو دائم الحبس رکھے ا
اگر تو صبر کے نیولے کی کُشتی سے اُس مکّارہ کی بازیِ طلسم کو درہم برہم کر دے تو وہ فاحشہ (جو بادشاہوں
اور گردن کشوں کی ہمنشین ہی) تیری فرماں بردار لونڈی ہو کر چاہئے کہ تجھ کو اپنے حسن و جمال پر لبھاوے

پھر اگر تو اُس کے مُنہہ پر اُلفت کی نظر سے نِگاہ نہ کرے تو یقین ہے کہ گُلِ مقصود کے دامن تک تیرا دست رس ہوے اور تو باپ کی آنکھوں میں نور بخشے اور بھائیوں کو قید سے چھُڑاوے

چوتھا قِصہ تاجُ الملوک کے پہنچنے کا بکاولی کی سرزمین میں ایک دیو کی مدد سے

راوی شیریں زبان یہہ داستان یوں بیان کرتا ہے کہ تاجُ المُلوک نے تھا تھہ قلندرانہ کیا اور آئینہ سے چہرے پر راکھہ کو مَلا ۔ پھر خدا کا نام لیکر پیل نکلا ۔ بعد کئی روز کے ایک ایسے جھار کھنڈ بیابان میں (کہ جس کا کچھہ اور چھور نہ تھا اور نہایت تاری کی سے ہرگز دِن رات میں کچھہ فرق معلوم نہ ہوتا تھا سیاہی و سُفیدی میں ذرّہ بھی اِمتیاز نہ کیا جاتا تھا) جا وارد ہوا اور اپنے دل کو ڈھارس بندھا کے کہنے لگا اے عزیز! یہہ تو پہلی ہی بحرِ مصیبت کی لہر ہی ۔ تُجھہ کو تو سارا دریا کا دریا ہی پیرنا ہیرا ہی ہمّت کی کمر چُست کرکے باندھہ اور سمندر کی مانند اپنے تئیں اُس آتشکدہ میں ڈال ۔ دیکھہ تو خُدا کیا کرتا ہی

بیت

غوّاص کہیں ڈرے جو گھڑیالوں سے ہرگز نہ لگیں ہاتھہ میں موتی اُس کے

یہہ سوچکے آخر بس اُس کے اندر پیٹھا ۔ جو قدم کہ پچھلا آگے بڑھتا سو کانٹوں پر پڑتا ۔ قدم قدم پر آہ و نالہ کرتا غرض ایسے جنگلِ خوں خوار میں (جو جاہلوں کے دِل سا تاریک تر اور دِرندوں کا مسکن

پُرخطر تھا۔ وہاں اگر ایک دم آفتاب آوے تو ابیا نور کھو جاوے۔ ہر طرف جو اژدہے بھوکھے پیاسے
مُنہہ کھولے پڑے تھے۔ گویا خالی گھروں کے دروازے کھلے تھے۔ دوزخ کی گرمی کے بغیر نہ کہیں
گرمی۔ سانپ کے زہر سوا نہ کسی جگہہ پانی۔ بِدون غم کے نہ کوئی یار۔ بِنا بھبھولے کے نہ کہیں آبشار
مُدّت تک شاہزادہ داہنے بائیں دوڑتا پھرتا و جھاڑوں کے رگڑوں سے بدن چھل گیا۔ ہر ایک عضو
سے لہو ٹپکا یہاں تک کہ پھول سے تلوے اُس کے ببول کے کانٹوں سے چھد گئے۔ کہتے ہیں کہ شاہزادے
نے ایسی ایسی مُصیبت و مِحنت اُٹھا کر بارے اُس جنگل کو طے کیا اور لاکھوں سجدے شُکرِ الٰہی کے
بجا لا کر آگے بڑھا۔ سامھنے سے ایک دیو پہاڑ سا بیٹھا نظر آیا۔ جانا کہ یہہ پہاڑ ہے جب نزدیک
پہُنچا تب یکبارگی وہ ظالِم اپنی قامتِ قیامت کو بلند کر کے ہمسرِ فلک کا ہو لیا اور مارے خوشی کے
بادل سا گرج کر بولا کہ تصدّق جاؤں میں اپنے رازق کے اور قربان ہوؤں ایسے خالِق کے کہ جس نے ایسا
لطیف لُقمہ مجھ سے دیوِ کثیف کے واسطے گھر بیٹھے بھیجا۔ یہہ کہہ کر شہزادے سے مُخاطب ہوا کہ اس
ایّامِ جوانی میں تیری اجل کی رگ کس نے ہِلائی اور زِندگانی کی طناب کِس نے کاٹ دی
جو تو عمداً حیات کے شہر کو چھوڑ قصداً اپنی خواہش کے پاؤں سے موت کے ویرانے میں آیا
شاہزادہ اُس کی ہیبت کے مارے تھر تھر کانپنے لگا۔ چہرے کا رنگ پتنگ سا اُڑ گیا۔ مُنہہ پر
ہوائی سی چھُٹنے لگی۔ کہا اے دیو! تو میرا احوال کیا پوچھتا ہے۔ سُن کہ زِندگانی اِس دنیاے فانی
کی مُجھ پر وبال ہو رہی ہے۔ اگر مُجھے اپنی جان پیاری ہوتی تو میں ہرگز آپ کو موت کے پنجے میں

نہ ڈالتا اور تجھ جیسے خونخوار کے دام میں گرفتار نہ ہوتا اب مجھ کو اِس زندگی کی صعوبت سے (کہ محض یہہ ایک بلا ہی) ؟ چھڑا اور بلا توقف میرا کام تمام کر کہ ایک ساعت کی زندگانی مجھ پر برابر سو برس کی مشقت کے ہی

	بیت	

کٹتے خوشی سے تو ہی زیست خضر کی تھوڑی		نہیں تو نیم نفس بھی بہت ہی جینے کو

دیو کو ایسی ایسی دردانگیز باتوں سے رحم آیا۔ حضرت سلیمان (علیہ السلام) کی قسم کھاکر یہہ سخن زبان پر لایا کہ اے آدم زاد! میں تجھے ہرگز رنجیدہ خاطر نہ کروں گا اور سرِ مو تصدیع نہ دونگا بلکہ اپنی پناہ میں رکھ کر جس مطلب کے واسطے تو نکلا ہی اُس میں سعی و کوشش کر کے مدد کرونگا الغرض ہر روز دیو شہزادے پر شفقت زیادہ کرتا۔ اور بار بار دلاسے دیا کرتا۔ تاج الملوک بھی میٹھی میٹھی باتیں کر کے اُس سے شیر و شکر کی مانند مل گیا اور چاپلوسی و تملق سے اُس کو محبت کے شیشے میں اُتارا

القصہ ایک روز دیو نے مہربان ہو کر کہا کہ کہہ تیری غذا کیا ہی ؟ میں لادوں ۔ تاج الملوک نے عرض کیا کہ آدمیوں کی غذا گھی شکر میدہ وغیرہ ایسی ایسی چیزیں ہیں ۔ سنتے ہی دیو اُٹھ دوڑا اور ایسے ایک قافلے پر پہنچا کہ جس کے بدرقے کے لوگ کھانڈ اور گھی وغیرہ اونٹوں پر لادے ہوے کہیں کو لئے جاتے تھے وے لدے لدائے اونٹ اٹھا کر شہزادے کے آگے لے آیا کہ اپنی خورش لے اور اُس میں سے

کچھ کھا

تاج الملوک نے اُن پر سے غلّہ وغیرہ اُتار لیا اور اُنھیں جنگل میں چھوڑ دیا، پھر ہر روز موافق اپنی غذا کے کچی پکی روٹی پکا کر کھانے لگا، اِسی طرح چند روز گذرے ایک دن شہزادے نے کئی ایک من میدا اُس میں گھی کھانڈ مِلا کر بڑی بڑی چٹانوں پہ ڈال کے ہاتھ پاؤں سے خوب رَوندا اور گوندھا - پھر اِدھر اُدھر سے سوکھی لکڑیاں جمع کر روغنی روٹ خوب سینک سانک کے تیار کئے اور ایک اونٹ کے کباب بھی خوب ہی نمکین بھونے ، دیو نے دیکھ کر پوچھا کہ آج تو نے کیوں اِتنی تکلیف اُٹھائی اور کِس واسطے فضولی پر کمر باندھی ؟ تاج الملوک نے کہا کہ یہہ سب تمھارے ہی لئے ہے تاکہ تم بھی ایک نِوالہ اِس میں سے کھا کر آدمیوں کے کھانے کی لذّت دریافت کرو، دیو نے ایکبارگی سب کا سب اُٹھا مُنہ میں ڈال لیا

ازبسکہ اِس طرح کھانے کی لذّت اُس نے کبھی نہ چکھی تھی مارے خوشی کے اُچھل اُچھل کر کھاتا تھا اور بار بار شاباشی دے دے کہتا تھا کہ ای آدم زاد! آج تو نے مجھے ایسی چیز کِھلائی کہ میرے باپ دادے نے بھی کبھی نہ کھائی ہوگی بلکہ کِسی دیو نے آج تک ایسے طعام کی لذّت نہیں چکھی ، اِس روٹی کے ٹکڑے کا اِحسان میں ابد تلک مانونگا اور دِل سے تیرا ممنون رہوں گا ، شاہ زادے نے جو اُس کی رغبت دیکھی تو ہر روز نئی قسم کی روٹی اور کباب تیار کرکے کِھلانے لگا۔ دیو نہایت محظوظ ہوا یہاں تک کہ ایک روز خود بخود کہنے لگا۔ ای آدم زاد ! تو ہر روز اِس لُقمۂ لذیذ سے مجھے ایسا

خورسند رکھتا ہی اگر میرے ہر ایک رونئیں سے سو زبان پیدا ہو اور ہر زبان سے تیرے احسان کا شکر ادا کروں تو بھی نہ ہو سکے لیکن اب تک تیرا کوئی کام میرے ہاتھ سے نہیں نکلا اگر کچھ مطلب ہو تو بیان کر

تاج الملوک نے عرض کیا کہ میں نے سنا ہی - دیووں کا مزاج اکثر جھوٹھ کی طرف راغب ہوتا ہی اور اپنی بات پر قایم نہیں رہتے - اگر تم حضرت سلیمان کی سوگند کھاؤ تو میں اپنا راز تمھارے آگے ظاہر کروں ؛ وہ بولا کہ میں اُس بزرگ قسم سے ڈرتا ہوں خدا جانے تو کیا کہے اگر وہ مجھ سے نہ ہو سکے تو پھر مرنا پڑے آخرش چار ناچار قسم کھائی اور پوچھا کہو کیا مطلب ہی ؛ تاج الملوک نے کہا کہ ایک مدت سے مجھ کو بکاولی کے ملک کی سیر کا سودا ہوا ہی - اُس سرزمین میں پہنچا دے - یہی میری آرزو ہی ؛ یہ بات سنتے ہی اُس دیو نے ایک دم سرد سینے سے کھینچا اور دو ہتھڑ اپنے سر میں مار کر بیہوش ہو گیا - بعد ایک ساعت کے ہوش میں جو آیا - ہاے ہاے کرنے لگا اور ماتم زدوں کی سی صورت بنا کر بولا ای آدم زاد ! حق تعالی نے تیری اجل کا سررشتہ میرے ہاتھ میں نہ دیا بلکہ میری حیات کی باگ تیرے ہاتھ دی سن ! بکاولی پریوں کے بادشاہ کی بیٹی ہی - اٹھارہ ہزار بلکہ اِس سے زیادہ اُس کے باپ کے غلام ہونگے سو ہر طرف اُس ملک کی پاسبانی کرتے ہیں ؛ میں تو یک طرف - وہاں کے جو کیدار خاص خواص اُس کشور سے نزدیک ہیں اُنھوں نے بھی اُس کے شہر کی چار دیواری کو نہ دیکھا ہوگا ؛ کسی

ذی حیات کی کیا طاقت بلکہ باد صرصر بھی بغیر اُن دیوؤں کی اجازت کے (جو ہر س رونہ کی راہ تک نگہبان ہیں) ممکن نہیں کہ پہنچ سکے اور ہوا پر بے شمار پریاں دن رات نگہبانی میں مشغول ہیں کہ کوئی پرندہ اُس سرحد میں پر نہ مارے اور زمین کے نیچے چوہوں کا بادشاہ بے انتہا فوج سے اور سانپ بچھوؤں کا لشکر زمین پر محافظت کے لئے مقرر ہی تاکوئی سرنگ لگاکر بھی نہ پہنچے ا بھلا پھر میں تجھے وہاں کیونکر پہنچاؤں اور جو نہ پہنچاؤں تو یقین ہی کہ سبب اِس قسم کے جان سے جاؤں ا اب تو ایک کام کر کہ آج پھر اِسی طرح سے کھانا پکا - دیکھ کہ پردۂ غیب سے کیا ظاہر ہو اور میری کوشش کے ہاتھ سے کیا بن پڑے

تاج الملوک نے وہی کیا جب کھانا دیو نے تیار دیکھا چنگھارا ؛ فوراً شمال کی طرف سے ایک اور دیو پہاڑ سا پہنچا اور دونوں دست بوسی کر کے بیٹھ گئے - پھر تاج الملوک پر دیو ثانی کی نظر جا پڑی شاہزادے نے فی الحال جھک کر سلام کیا - اُس کے سلام کرنے سے دیو نے حیران ہو کر صاحب خانہ سے پوچھا کہ ای بھائی یہہ مقام تعجّب کا ہی - اب تلک کسی نے نہ دیکھا بلکہ نہ سُنا ہوگا کہ دیو اور آدمی سے موافقت ہو اور دونوں ایک جگہہ ہمنشین رہیں ا اِس کے یہاں رہنے کا باعث مجھ سے بیان کر دیو نے کہا بھائی اِس آدم زاد نے میرے تئیں نہایت ممنون کیا ہی اور اخلاص کی کمند میری گردن میں ڈالی ہی ؛

مجھ کو کسی وضع سے بدی کرنی اِس سے منظور نہیں اور تجھ کو اِسی واسطے بلایا ہی کہ تو بھی

اِس کے ہُنر سے واقف ہوا یہہ کہکے صاحبِ خانہ نے سرانجام مِہمانی کا لا مِہمان کے آگے رکھہ دیا وہ بھی

اُس لقمۂ شیرین کو مُنھہ میں ڈالتے ہی نہایت متلذذ ہو خوشی کے مارے ناچنے لگا

آخر کھا پی کر مِہمان نے کہا کہ کہو بھائی! تُم سے بھی آج تک اِس آدمی کا کُچھہ کام ہوا یا نہیں؟ گھر کے مالک نے

جواب دیا کہ یہہ شخص ایسے ایک کام کے واسطے تکلیف دیتا ہی کہ میرے حدِّ امکان سے باہر

اور سعی و تردُّد کے اِحاطے سے خارج ہی۔ اگر تو مہربانی کرے تو شاید یہہ کامیاب ہو۔ پھر اُس نے

پوچھا یار! ایسی کون سی بات ہی جو تُم اُس میں عاجز ہو؟ میزبان نے کہا۔ اِس کو مُلکِ بکاولی

کی سیر کی خواہش ہی۔ یہہ سُنکے مہمان بولا

مصرع

جو جان بوجھکے پوچھے تو پھر خطا ہی سوال

صاحبِ خانہ نے کہا کہ میں نے حضرت سُلیمان کی سوگند کھائی ہی اگر تو توجّہ کرکے اِس کو شاہدِ

مُراد سے مِلاوے تو فی الحقیقت میری جان بخشی کرے۔ القصّہ اُس دیو کی بہن حمّالہ نام اٹھارہ

ہزار دیو جو بکاولی کے مُلک کے خاص چوکیدار تھے اُن کی وہ سردار تھی۔ اُس کو ایک خط اِس

مضمون کا لکھا

ای خواہرِ عزیز! مجھہ کو اِن دنوں میں ایک ایسا سفر درپیش ہوا ہی کہ بدون اُس کے

کِسی صورت سے مجھے رہائی نہیں اور ایک مُدّت سے میں نے ایک آدم زاد کو بجاے

فرزندوں کے پرورِش کیا ہی۔ اب میرے جانے کے بعد گھر خالی رہیگا۔ بہرصورت جان
خوف و خطر ہی۔ اِس واسطے اِس نور دیدہ کو تُمھاری خدمت میں روانہ کیا۔ چاہئے کہ اِس کے
حال پر شفقت کی نظر رکھو کہ کسی طرح سے تصدیع نہ اُٹھاوے۔ والسّلام
اور قاصد کے ہاتھ دیا۔ پھر تاج الملوک کی طرف مُنہ پھیرکر اشارہ کیا کہ اِس کے ساتھ جا
میں نے تو سعی و تردُّد کی گیند اپنے بازو کے زور سے مطلب کے میدان میں پھینکی۔ اگر تیرے
بخت کا چوگان مدد کرے تو شاید تو اپنے مطلب کو پہنچے۔ یہ کہہ قاصد کے بائیں ہاتھ پر بٹھا دیا
۔اُس نے داہنے ہاتھ کا سایہ کیا بلکہ چھپالیا اور رستا پکڑا۔ بخیریت منزلِ مقصود میں جا پہنچا اور
دور سے خالہ کو سلام کرشاہزادے کو حوالے کیا۔ وہ دیکھ کر اُس کو نہایت خوشی سے باغ باغ
ہو غنچے کی مانند کھِل گئی

بیت

خوشی سے ایسی وہ پھولی تھی من میں	سماتی تھی نہ اپنے پیرہن میں

الغرض قاصد کی طرف مُتوجّہ ہوکر کہنے لگی اگر بھائی مُجھ کو سُرخ گندھک کی کھان بھیجتا یا انگوٹھی
سُلیمان کی تو بھی میں اتنا خوش نہ ہوتی جتنا کہ اِس کے آنے سے ہوئی۔ بعد اِس کے خط کا لفافہ
کھول اُس کا احوال دریافت کر جواب لکھا
ای برادر بجان برابر! مجھ کو ایک دن بستی کی سیر کا اتفاق ہوا تھا وہاں ایک بادشاہ

کی بیٹی نہایت خوبصورت لاثانی میرے ہاتھ لگی۔ اُس کو بجاے بیٹی کے میں نے پالا اور محمودہ
نام رکھا اب چودہ برس کی چودھویں رات کے چاند سی ہوئی ہی۔ کارساز نے اُسکا
جوڑا اِس تقریب سے بھیج دیا۔ الحمد للہ کہ یہہ بات خاطرخواہ بن پڑی۔ زیادہ شوقِ ملاقات۔ والسلام
اور اُسے دیگر نامہ بر کو رخصت کیا۔ پھر محمودہ کو تاج الملوک کے ساتھ بیاہ دیا
اے عزیز! روشنی چشم ظاہر بین کی سات پردے کے اندر ہی اور تجلی باری تعالیٰ کی (کہ نور دیدۂ
اولیا ہی) ستر ہزار پردے میں ہی اگر یہہ ارادہ ہو کہ وے پردے درمیان سے اُٹھیں تو
پہلے اُس بڑے نگہبان دیو نفس کا حجاب بیچ سے اُٹھا اور اُس کو بس میں کر کہ وہ لعین اپنی کجروی
چھوڑ کر محمودہ کے مقام میں پہنچاوے۔ لیکن یہہ بات یاد رہے اگر دیو سے اُلٹا معاملہ کیجئے
تو سیدھا پڑے

پانچویں کہانی تاج الملوک کے پہنچنے کی بکاولی کے باغ میں اور لینے میں گل مقصود اور عاشق ہونے میں بکاولی پر

القصہ تاج الملوک چند مدت محمودہ کی صحبت میں رہا لیکن کبھی نہ اُس غنچہ دہن کا دل اُس کی باتوں سے
کھلا اور نہ کدھی یہہ اُس گل کے پاس شگفتہ ہو کر بیٹھا
ایک رات محمودہ نے شاہزادے سے کہا کہ ای مایۂ نشاط! شاید آدمیوں کی یہی وضع ہی
جو رات کو گلے لگ کر اپنی ہمخوابہ کے نہ سوئیں الگ پڑے رہیں۔ بوس و کنار نہ کریں اور

سویرے جیسے کے تیسے اُٹھ کھڑے ہوں ۔ تاج الملوک بولا کہ عیش و عشرت نوعِ انسان میں اِس سے بھی کچھ زیادہ ہی پر میرا جی کسی کھٹّے پیالے پر نہیں چلتا ۔ بلکہ جان شیریں بھی تلخ لگتی ہی کیونکہ ایک بڑی مُہم درپیش ہی اور میں نے عہد باندھا ہی کہ جب تک وہ سر نہ ہو تب تک دُنیا کی تمام لذّتوں کو حرام سمجھوں ۔ کسی سے اختلاط نہ کروں ۔ محمودہ بولی وہ کیا ہی بیان کر ؟ کہا کہ مُلکِ بکاولی کے دیکھنے کی مُدّت سے خواہش رکھتا ہوں ۔ محمودہ نے جواب دیا خاطر جمع رکھ انشاءاللہ تعالیٰ کل اُمّید کے رشتے کی گرہ تدبیر کے ناخن سے کھولونگی اور وہ مُلک تُجھے دکھاؤنگی !

جیسے وہ رات تو جوں توں گذری جب مہتاب چھپا اور آفتاب نکلا ۔ حمّالہ دونوں کو خوابگاہ سے باہر لائی اور اپنے داہنے بائیں زانو پر بٹھاکر شفقت اور الطافِ مادرانہ کرنے لگی ۔ محمودہ نے سرو قد اُٹھ کر عرض کیا ۔ اے امّاں جان ! میں کچھ عرض کیا چاہتی ہوں اگر قبول ہو تو کروں ۔ حمّالہ نے سر اور آنکھیں چوم کر کہا کہ بے تکلّف کہو ۔ محمودہ بولی کہ یہ مُلکِ بکاولی کے دیکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں جس طرح کہ تم سے ہو سکے اِن کو وہاں پہنچاؤ ۔ حمّالہ نے چند در چند حیلے اور عذر کئے آخر تنگ دیکھا کہ لڑکی کسی طرح اُس بات کا خیال نہیں چھوڑتی ۔ ناچار قبول کیا اور چوہوں کے بادشاہ کو بُلاکر فرمایا کہ اِسی وقت یہاں سے بکاولی کے باغ تک سُرنگ کھود کر اِس شاہزادے کو کہ میری حیات کا سرمایہ ہی اپنی گردن پر سوار کرکے اُس باغ میں لیجا

مگر خبردار سرِ مو اُسے آسیب نہ پہنچے - ہرگز اپنی گردن سے نیچے نہ اُترنے دیجو۔ اُس نے بموجب حکم کے ویسا ہی کیا ۔ باغ میں پہنچ کر شاہزادے نے آہستہ آہستہ چاہا کہ اُتر کر اُس میں جاوے - جو ہے نے نہ چھوڑا اور ارادہ پھرنے کا کیا ۔ تاج الملوک بولا کہ اگر تو مجھے اس باغ کی سیر کو جانے دے تو بہتر - نہیں تو میں اپنے تئیں ابھی ہلاک کرتا ہوں ۔ جو ہا ڈرا کہ اگر یہ اپنی جان پر کھیل جائیگا تو میں بھی حاکم کے ہاتھ سے مارا پڑونگا - ناچار جانے دیا

تاج الملوک جا کر دیکھتا کیا ہی کہ سونے کی زمین پر زرِ خالص کی چار دیواری میں لعلِ بدخشانی اور عقیق یمنی نیچے سے اوپر تک جڑے ہیں - زمرد کے چمنوں کے آس پاس فیروزے کی نہریں گلاب سے معمور (جن کو دیکھ کر خدا ہی نظر آوے) جاری ہیں ۔ واہ واہ ! کیا سہانا باغ ہی کہ دیکھنے والوں کی آنکھوں میں جس کے چمن کی سبز سے شفق پھولا ہوا نظر آوے اور پھولوں کے رنگ کی سرخی سے گلِ سرخِ آفتاب کا شرمندگی کے مارے پسینے میں ڈوب جاوے ۔ وہاں کے انگور کا خوشہ سبزۂ زمردیں میں عقدِ پروین کا رشک بڑھاتا ہی اور سنبل کا عالم ہر ایک زہرہ جبین کے گھونگھریالے بالوں کو پیچ و تاب دلاتا ہی ۔ اگر اُس کے گلزار کی شبنم کا ایک قطرہ سمندر میں پہنچے تو مچھلیوں میں گلاب کی باس آنے لگے ۔ جو وہاں کے پرندوں کی صدا آسمان کے کان میں پڑے تو پھرنے سے باز رہے اور اگر زہرہ سنے تو فی الفور وجد میں آ کر ناچتی ہوئی ماہتاب کے دف سمیت زمین پر گر پڑے ۔ معشوقوں کی فندقوں سے وہاں کے عناب رنگین تر اور سرو آکر تکرار میں قامتِ

خوباں سے کہیں بہتر ۔ اُس کے ایوان کی شمع کا آفتاب اگر پروانہ ہو تو بجا ہی ۔ اور مہتاب
اُس کی صفائی پر دیوانہ ہو تو رواہی ۔ طرفہ تر یہہ ۔ لعل کے درختوں میں موتیوں کے گچھے ایسے
دُرخشاں ہیں ۔ جیسے خورشید کے شجر میں ستاروں کے خوشے آویزاں ۔ گلاب کے جڑاؤ
حوضوں پر زُمرّد کی ڈالیاں باؤ سے جھک جھک گریں اور لطخیں گو ہر شب چراغ کی اُن میں تیرتی
پھریں ۔ شہزادہ یہہ رنگ ڈھنگ دیکھتا بھالتا قدم بڑھائے چلا جاتا تھا کہ ایک دالان صرف
یاقوت کا اور اُس کے سامھنے زبرجد کا بیچ میں اُن کے ایک حوض مرصّع کا پاکیزہ گلاب سے بھرا ہوا
۔ اُس کے اطراف کی ناودانوں پر جواہر خوش آب کے گتّے دئے ہوئے اور درمیان اُس کے ایک
پھول نہایت لطیف و نازک خوشبو کِھلا ہوا نظر آیا ۔ تاج الملوک نے اپنے ذہن کی رسائی سے وہ نہیں
تاڑا کہ ہو نہ ہو گُلِ بکاولی یہی ہو ۔ فوراً کپڑے اُتار حوض میں پیٹھا اور گُلِ مقصود کو اُس میں سے لے
کنارے پر آیا ۔ پوشاک پہنی اور اُس کو پٹکے میں باندھ لیا ۔ پھر محل کی سیر کو متوجہ ہوا ۔ آگے بڑھتے ہی
ایک قصر عقیقِ یمانی کا دِکھائی دیا ۔ دروازے اُس کے ہم پہلو آسمان کے ۔ انوٹھے طور سے
ہر ایک مکان کے ۔ اُس کی چمک کے آگے دھوپ پھیکی اور چاندنی دھندلی

یہہ پروانے کی مانند شوق کے بال و پر کھولے ہوئے اُس کے اندر دھڑک چلا آیا کہ ایک دالان
نہایت خوش اُسلوب (عقیق اُس کا بہت چوکھا ۔ اُس کی ساخت کے نئے آئین اور خوش
قطع ہر ایک شہ نشین) نظر پڑا ۔ پردے بھی اُس کے کارچوبی پَٹ انوٹھے پر سب کے سب انو

ہوئے تھے - شہزادہ اُس میں جی جا گھسا پر ہکا بکا سا کھڑا رہگیا کہ ایک جڑاؤ پلنگ پر ایک پری نازنین دُبلی پتلی سونے کی کانپ سی بے حجاب نظر آئی ، انگیا کھسکی ہوئی کُرتی سرکی ہوئی - کنگھی بگڑی ہوئی - لٹیں چھوٹی ہوئیں - نیفہ ڈھلکا ہوا - گُچھا ازاربند کا لٹکا ہوا - ناز سے ماتھے پر ہاتھ رکھے ہوئے - جوانی کی نیند میں بے خبر سوتی ہے ، اُس کے رنگ رو کی جوت سے زمین و آسمان نورانی اور اُس کی چشمِ سیہ مست سے نرگس کو ہمیشہ حیرانی ، لب نازک کے رشک سے لالہ خون میں غلطاں اور ابرو کی چاہ سے ہلال زار و ناتواں ، بہار کا معلم اگر اُس کے غنچۂ دہن سے کوئی حرف نہ سُنے تو شگوفے کے لڑکوں کو پھولنے کا سبق ہو سکے ، اگر زنگی شب اُس کی زُلفِ مُشکیں کی پناہ میں نہ آوے تو اُس آفتاب کی تیغِ شعاع سے مارا جاوے

ابیات

سہ قد گلعذار عنبر بو	شکریں لب عزیز دل مہ رو
کہیں پردے سے گر وہ باہر آئے	چاند سورج کی جوت یکسر جائے
سلکِ دنداں سے گر خبر پاتا	تو ثُریّا کو پردہ ہی بھاتا
کیا کرے ہی تو وصف اُس گُل کا	اُس کی بُلبُل کو اِس سمیں یہاں لا

تاج الملوک دیکھتے ہی بیخود ہو کر گر پڑا ، بعد ایک ساعت کے جو آپ میں آیا تو اپنے تئیں سنبھالکے

جوں توں اُس کے سرہانے تک پہنچا یا اور ایک دمِ سردِ دلِ پُر درد سے بھر کے یہ بیتیں پڑھیں

ابیات

جب اُٹھا کر نقاب ہو تو عیاں
کھینچے شرمندگی مہِ تاباں

تیرے گیسوے مُشک فام کے بیچ
لیلتُ القدر رہتی ہی پنہاں

مست ہی حُسن کی شراب میں تو
تجھ کو پرواہ کِس کی ہو جاناں

ہم پہ کیا کیا گذر گیا لیکن
نہ ہوئی کچھ خبر تجھے ای جاں

القصہ شاہزادے نے اپنے دِل میں ٹھانا کہ یہاں اپنے آنے کی نِشانی کچھ چھوڑ جایا چاہیئے - وونہیں اُس پری کی انگوٹھی بہ آہستگی و نرمی اُتار لی اور اپنی پہنا دی - پھر آنکھیں بھر کر یہ شعر پڑھتا ہوا وہاں سے اُٹھا

شعر

لالہ ساں اِس باغ سے ہم داغِ ہجراں لیچلے
خاک سر پر داغ دل پر سینہ بریاں لیچلے

باغِ دُنیا میں نہ ہو گا کوئی ہم سا کم نصیب
آئے ایسے باغ میں اور خالی داماں لیچلے

آخر حالتِ خواب میں اُسے وِداع کیا اور سُرنگ کی راہ سے چوہے پر سوار ہو اپنے مکان میں آپہنچا ۔ ای عزیز! اب وہ کام کر کہ جس کام سے تجھے دوسرا کام سوجھے جیساکہ جو کھانا نانبائی کی دوکان پر روٹی کی خاطر جاوے اور اچانک اُس کے جمال پر فریفتہ ہووے آخر روٹی سے

بات گذر کر جان کی نوبت پہنچے اور نان بائی کی بھی گردن میں اُس کے عشق کی کمند پڑے - آخر کار

بھوکھا دونوں کا مالک ہووے ، اِس شاہزادے کی مثل اُس کی مانند ہے کیونکہ بُلبُل وار

پھول کی تلاش کو نکلا اور صاحبِ گُل کے گلشنِ جمال کو دیکھتے ہی باغ باغ ہوا - خواہش کا

ہاتھ بھی اُس کے دامن تک پہنچایا ، پھر بہت سی محنت و مشقت اُٹھائے کے بعد رفتہ رفتہ خرمنِ

گُل سے اپنی گود بھری اور اپنے گھر بھرا پُرا آیا ، حمالہ کہ انتظار میں روتی صورت بنائے خونِ جگر

آنکھوں میں بھرے بیٹھی تھی اُس کے پہنچتے ہی اُس کی خاطر کا غنچہ کھل گیا - دِن ہنسی خوشی

سے کٹا

اتنے میں عروسِ روز نے شفق کے لال گھونگھٹ میں اپنا مُنہ چھپایا اور محبوبۂ شام نے طرّۂ

مُشک فام دکھایا ، تاجُ الملوک اپنی اُمنگ سے رنگ محل میں گیا اور اُس رات محمودہ سے

ہمکلام و ہمکنار رہا بلکہ اُسی طرح چند روز عیش و عشرت میں کاٹے

چھٹی حکایت تاجُ المُلوک اور محمودہ کے رخصت ہونے میں حمالہ سے اور دِلبر کے پاس پہنچنے میں اور بھائیوں کی خلاصی میں

کہتے ہیں کہ ایک رات تاجُ الملوک محمودہ سے خلوت میں عالمِ تنہائی کے بیچ اِدھر اُدھر کی باتیں

کرتے کرتے کہنے لگا - ای مایۂ عیش و شادمانی ! اگرچہ اِس جگہہ میں سب طرح کی خوشی

ہی اور کسی صورت کا دُکھ نہیں - ہر وقت اسبابِ نشاط کا جو چاہئے سو موجود ہوتا ہی

لیکن کب تلک وطن اور ہمچشموں سے دور رہئے اور کہاں تک دوستوں کی جدائی کے غم سہئے

کچھ ایسی تدبیر کیا چاہئے کہ اِس مجلسِ ناجنس سے رہائی پایئے اور دشمنوں کے پنجے سے

چھوٹ جایئے

فرد

ہی عزیزوں ہی کی صحبت سے تو جینے کی بہار	ورنہ کیا فائدہ ہی خضر سا تنہا رہنا

محمودہ نے کہا کہ خاطر جمع رکھ۔ کل رخصت لونگی جب کہ عطّارِ گردوں نے مشکِ تاتارِ شب کو

ماہ کے شیشے میں رکھ کر مغرب کے طاق کے درمیان دھرا اور خوانِ زرّین آفتاب کا کافورِ صبح

سے بھرا ہوا مشرق کی دوکان میں لا رکھا۔ حمالہ نے دو بھاری بھاری خلعت اور کئی خوان

میوے کے تیار کر کے دونوں کو خوابگاہ سے باہر نکالا۔ پھر خلعت پہنا اور میوے کھلا داہنے بائیں زانو پر

بٹھالیا اور سر مُنہ چومنے لگی، اِس اشفاق پر بھی دونوں کے غنچۂ خاطر کھلاتے ہی دیکھے تب

بولی ای دُختر باتمیز! وای داماد عزیز! جو تمنّا تمھارے دِل میں ہو سو کہو اگر آسمان کے

تارے بھی مانگو گے اُتار لاؤنگی

محمودہ نے اُٹھ کر عرض کی کہ تمھاری توجّہات وعنایات سے کوئی آرزو ہمارے دِل میں باقی

نہیں رہی اگرچہ تمھاری جدائی کی آگ بھی چمنِ عشرت کو جلائیگی اور تمھاری مجلس سے رخصت

گویا جان کی رخصت ہی لیکن ہر ساعت ہمجنسوں کا شعلۂ فِراق میرے سینے میں بھڑکتا ہی

اُس نے تو طاقت و آرام کو جلا کر بھسمنت ہی کر دیا اگر حکم ہو تو چند روز کے لئے ہمجنسوں کی صُحبت میں جاؤں اور اُن کی ملاقات کے پانی سے اِس آگ کو بجھاؤں

مصرع

کہیں رہوں میں پرستار ہوں وے تیری

حمّالہ نے اِس بات کے سُنتے ہی ٹھنڈھی سانس بھری اور کہا کہ میں نے تجھے اِس واسطے پرورِش کیا تھا کہ اپنی آنکھوں کو صُبح و شام بلکہ مُدام تیرے دیدار کے سُرمے سے روشن رکھوں پر تو کیا کرے تیری حق بجانب ہی ۔ میں خوب جانتی ہوں کہ یہہ فتنہ سویا ہوا شاہزادے نے جگایا ہی اگر آگے سے ایسا جانتی تو ہرگز تجھے اُس کے ساتھ نہ بیاہتی

مصرع

یہہ ہی گناہ مرا کُچھ نہیں خطا تیری

قِصّہ مُختصر حمّالہ نے دیکھا کہ ہرگز اِن کا دل یہاں نہیں لگتا ۔ ایک دیو کو بُلا کر کہا کہ جہاں کہیں شاہزادے کی مرضی ہو بہ اِحتیاط تمام وہاں پہنچا دے اور رسید اِن کی مجھ کو لا دے تا کہ تیری جان کی خلاصی کا موجب ہووے ۔ بعد اِس کے حمّالہ نے دو بال اپنے سر سے اُکھیڑ کر ایک تاج الملوک کو اور دوسرا محمودہ کو دیا اور کہا کہ جس وقت تم کو کچھ ایسی ہی آبنے تو یہہ بال آگ پر رکھنا اور مجھ کو اٹھارہ ہزار دیو سمیت بات کی بات میں وہیں پہنچا جاننا پھر محمودہ کا ہاتھ

تاج الملوک کے ہاتھہ میں دیکر کہا

بیت

جو کچھہ کہ پونجی تھی سو تجھہ کو سونپ دی ای جان
کم و زیادہ کے لیکھے کو خیر اب تو جان

کہنے والے نے یوں کہا ہی کہ وونہیں وہ دیو پہاڑ کی مانند بجلی سا تیز زود دوڑا آیا اور پوچھنے لگا ۔ جہاں فرماؤ تہاں پہنچاؤں ۔ شاہزادہ بولا شہر فردوس کے بیچ لکھا بیسوا کے باغ میں ۔ ایہہ سنتے ہی اُس نے دونوں کو اپنے کاندھے پر بتھا ایک پل میں وہاں جا اُتارا اور رسید مانگی

تاج الملوک نے کہا ذرہ تامل کر میں لکھہ دیتا ہوں جوں آواز شاہزادے کی بیسوا کے کان میں پڑی ۔ سُنتے ہی دوڑی اور آن کر قدموں پر گر پڑی پھر سجدۂ شکر الٰہی بجا لا کر بولی

بیت

نہ سجدے میں تنہا ہو سر دم بدم | ہو بلکہ ہر ایک بال سجدے میں خم

غرض شہزادے نے اپنے پہنچنے کا احوال لکھہ کر دیو کو دیا اور رخصت کیا ۔ بعد اُس کے بیابان کی صعوبت ۔ دیو ستم پیشہ کی شفقت ۔ حمالہ کی مروت ۔ محمودہ کے نکاح کی کیفیت ۔ گل بکاولی کے ہاتھہ آنے کی حقیقت ۔ مفصل اُس سے بیان کی ۔ پھر وہ اُٹھہ کر محمودہ سے ملی

اور بہت سی اُس کی دلداری اور مہمان داری کی۔ شاہ زادے نے وہاں چند روز وقفہ کیا۔ پھر اپنے مُلک کے جانے پر مُستعِد ہوا۔ اِس واسطے کہ گُل کے پہنچنے سے اُس بُلبُل مُنتظر کی آنکھیں روشن ہوں۔ فرمایا کہ اسباب سفر کا تیّار کریں اور کشتیوں پر لادیں۔ اہل کار وہی عمل میں لائے اِتنے میں بندت خانے کے داروغہ نے آکر عرض کیا کہ پورب کے شاہ زادوں کے حق میں کیا حُکم ہوتا ہی؟

تاج المُلوک صاحِب خانہ کی طرف مُتوجّہ ہوکر بولا کہ ہرچند میں بھائیوں کی رہائی میں سفارش کروں لیکن قبول نہ کریو جب تک وے تیری مُہر کا داغ اپنے اپنے چوتڑ پر نہ کھائیں۔ جونہیں زنداں بان اُن کو لایا۔ تاج المُلوک نے بہُت سی شفاعت کی کہ اکثر شاہ زادے پورب پچّھم کے تو نے چھوڑ دئے اِن بیچاروں کو بھی اِس گرِفتاری سے نجات دے کہ خلق میں تیری نیکنامی اور خالِق کے آگے سُرخروئی ہو۔ وہ بولی آپ اِس میں دخل نہ کیجئے۔ میں اِن کو ہرگز نہ چھوڑونگی مگر ایک صورت سے کہ یہ اپنے چوتڑوں پر میری مُہر کا داغ کھاویں۔ شاہ زادوں نے جو سوائے اِس کے اور کچھ اپنی رہائی کا موجِب نہ دیکھا۔ لاچار قبول کیا چوتڑ دغواکر وہاں سے چھوٹے اور جان سلامت لے گئے

تاج المُلوک نے چلتے وقت ایک ایک خِلعت اور لاکھ روپے خرچ راہ دلوادیا۔ اُنھوں نے کسی اور شہر میں جاکر کچھ جمعیّت بہم پہنچائی پھر وطن کی راہ لی

تاج الملوک

تاج الملوک نے بھی دلبر و محمودہ کو معہ اسباب اپنے ملک کی طرف تری کی راہ سے رخصت فرمایا اور ارشاد کیا کہ فلانے گاؤں میں پہنچ کر مقام کرنا میں بھی عنقریب خشکی کی راہ سے پہنچتا ہوں

ساتواں قصہ راہ میں تاج الملوک کے ملنے کا بھائیوں سے اور چھین لینے میں گل بکاولی تاج الملوک سے

کہتے ہیں کہ تاج الملوک فقیروں کے بھیس میں بھائیوں کے پیچھے پیچھے چلا آتا تھا کہ ان کا ارادہ کما حقہٗ دریافت کرے۔ الغرض وے جہاں اترے ہوئے تھے۔ وہاں آن پہنچا اور ایک کونے میں لگ کر ان کی لن ترانیاں اور چوڑائیاں جھوٹھی جھوٹھی سننے لگا۔ آخر نہ رہ سکا۔ سامھنے آکر دوبدو کہنے لگا۔ یہ دغل فصل کی باتیں آپس میں کیا کر رہے ہو۔ اپنا منہہ دیکھو۔ گل بکاولی میرے پاس ہی اور وہیں اس کو کمر سے کھول ان دغابازوں کے آگے رکھ دیا۔ شاہزادے طیش کھاکر بولے بھلا ہم اس کو آزماویں اگر تیری بات سچی نہ ہو تو جو ہم چاہیں سو تجھ کو سزا دیں۔ تاج الملوک بولا کہ سانچ کو آنچ کیا۔ بہت بہتر۔ پھر ایک اندھے کو بلا کر وہ پھول اس کی آنکھوں پر ملا۔ فوراً وہ نابینا بینا ہو گیا۔ وے اس تماشے کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ آخر کھسیانے ہو کر پھول زبردستی چھین لیا اور مارے طمانچوں کے منہہ بھی اس کا لال کیا۔ پھر گردن میں ہاتھ دے وہاں سے باہر نکال دیا اور خرم و شادان وطن کی راہ لی

بعد چند روز کے اپنے دیار کی سرحد میں پہنچے اور ایک پیک کو آگے بھیجا کہ ہمارے آنے کی خبر حضور میں جلد پہنچا ۔ وہ اُنکا حکم فی الفور بجالایا

جب زین الملوک نے یہہ خبر فرحت اثر سنی

باغ باغ ہوکر یہہ رباعی پڑھی

رُباعی

بتا دلا مجھے آیا ہے قاصد جاناں ۔ کہ درد کھونے کو پہنچا ہی صاحب درماں

ہر ایک غنچۂ خاطر کھلا ہی کنعاں میں ۔ صبا لے آئی مگر بوے یوسف کنعاں

حاصل کلام بادشاہ خود کئی منزل استقبال کے واسطے تشریف لے گئے جب دو چار ہوئے اُنھوں نے قدم چومے اور بادشاہ نے اُن کا ماتھا چوما ۔ ایک ایک کو چھاتی سے لگایا ۔ الطاف بہ مرتبہ فرمایا ۔ پھر شاہزادوں نے گل بکاولی نذر گذرا ۔ حضرت نے جونہیں آنکھوں پر ملا ۔ وونہیں تارا سی روشن ہوگئیں تب کہا الحمد للہ دیدۂ ظاہری اس پھول نے نورانی کیا اور دیدۂ باطن کو بیٹوں کے دیدار نے ۔ بعد اُس کے بادشاہ نے جشن شاہانہ شروع کیا اور شہر میں ڈھنڈھورا پھروا دیا کہ ہر ایک فقیر امیر عیش و عشرت کا دروازہ برس روز تلک کھلا رکھے اور غم و اندوہ کا مندا

آٹھویں حکایت بکاولی کے جاگنے کی اور گلاب کے

حوض میں گُل کو نہ دیکھنے میں اور اُس کے چور کی تلاش کو نکلنے میں

خمخانۂ سُخن کا ساقی اِس پُرانی شراب کو نئے پیالے میں یوں بھرتا ہی کہ جب بکاولی نے جادو بھری انکھڑیاں کھولیں اور خواب راحت سے چونکی ۔ انگیا چڑھائی کرتی دُرُست کی پیشوائی ناز سے پہنی کنگھی سنواری اوڑھنی اوڑھی پھر آہستہ آہستہ جھکتی جھومتی اٹھکھیلیوں سے گُلِ بکاولی کے حوض کی طرف چلی ۔ ہر ہر قدم پر وہ گُل اندام اپنے نقشِ قدم سے زمین کو پائینِ باغ بناتی تھی اور گردِ راہ کو چشمِ بُلبُل کے لئے سُرمہ

جب حوض کے کنارے پر پہنچی دستِ نگارین سے گلاب اپنے گُلِ رُخسار پر ڈالنے لگی اور چہرے کا غبار (کہ عنبر کی مانند تھا) دھو دھو گلاب میں ملانے ۔ ناگاہ گُلِ بکاولی کی جگہہ پر نظر جا پڑی ۔ ہر چند بہ غور و تامُّل نگاہ کی لیکن کچھہ اُس کا نشان نظر نہ آیا تب سونے کی طرح پیچینی کی گھڑیاں گننے لگی اور غنچے کی مانند سمومِ غم سے کُمھلانے ۔ اِتنے میں انگوٹھی پر آنکھہ جا پڑی تب حیرانی زیادہ بڑھی گھبرا کر دونوں ہاتھوں سے آنکھیں ملنے لگی اور یوں کہنے ۔ یا الٰہی ! یہہ کیا خواب دیکھتی ہوں یا عالمِ طلسم ۔

پھر بولی اگر خواب ہوتا تو یے علامتیں ظاہر نہ ہوتیں

پس اِس صورت سے یوں معلوم ہوتا ہی کہ یہہ کام کسی اِنسان کا ہی ۔ نہیں تو دوسرے

کی کیا طاقت کہ اٹھارہ ہزار دیوؤں کے ہاتھہ سے یہاں تک سلامت پہنچے اور گلِ مقصود کو بے کھٹکے لیجاوے - پھر جس وقت کہ اپنی برہنگی کی حالت اُس کو یاد آتی شرم کے دریا میں ڈوب جاتی اور یہہ اشعار اپنے حسبِ حال پڑھتی

اشعار

ای چور تو اپنا نام بتلا
اور چوری کا اپنی کام بتلا

جگ میں نہیں کوئی اور تجھہ سا
ہووے نہ بشر سے کام تیرا

ہی دزد کو مال ہی سے مطلب
تکتا ہی وہ سیم و زر کو جب تب

میں دیکھوں جو تیرے دست گاگوں
آنکھوں سے لگاؤں بلکہ چوموں

یہاں جنس تیری جدھر ندھر تھی
پر اور کہیں تیری نظر تھی

سینے میں سرنگ تو لگاکر
دل مفت میں لے گیا چُراکر

گو دیر نہیں یہ آنکھہ تیری
ایک دم تو تیری لبوں پہ میری

گو سیر ہوا نہ تو یہہ مانا
پر شہد کا کچھہ مزا تو چکھا

جو نقد تھا سو تو لیگیا دھاں
صندوق فقط پڑا رہا یھاں

الغرض افسوس کرتی ہوئی حوض کے کنارے سے اُٹھہ کر یاقوت کے مکان میں آبیٹھی اور پریوں کو بُلا کر اِس بیخبری کی سزا ہر ایک کو دینے لگی پر یہہ نہ سمجھی کہ جس وقت

بتیرِ تقدیر چھوٹے سپرِ تدبیر کوئی روک نہ سکے

مصرع

تقدیر کے آگے کچھ تدبیر نہیں چلتی

پھر پریوں سے جھنجھلا کر کہنے لگی اگر تم اپنی زندگی چاہتی ہو تو میرے چور کو بجنس لا حاضر کرو ۔ یہہ سُنکر سات سو پریاں ہل ہانکتی کود و پھاندتی چار طرف تلاش کے واسطے گئیں لیکن کہیں اُس بے نشان کا نشان کسی نے نہ پایا ۔ سچ ہے کہ بے نشان کے نشان کا کچھ نشان نہیں اور بے نشان کے نشان سے وہ نشان پاوے جو اپنے تئیں بے نشان بناوے

بیت

کرے گم آپ کو تب اُس کو پاوے		جو پیچھے گم شدہ کے کوئی جاوے

بکاولی کا دِل کہ عشق کے تیر سے بِدھ گیا تھا ۔ ندان بیتاب ہو آپ ہی چور کی تلاش کے لئے ہمّت باندھ کر نکلی ۔ جہاں کہیں کہ جاتی اُسے کوئی نہ دیکھتا اور وہ ہر ایک کو دیکھکر پرکھتی اور جا پہنچتی

غرض اسی طرح سے پھرتے پھرتے پورب دیس میں جا نکلی ، کہتے ہیں جب زین الملوک کے شہر میں وارد ہوئی جس کوچہ و بازار میں جاتی وہاں اسباب عیش کا مہیّا پاتی ۔ ہر ایک کے

دروازے پر خوشی کی نوبت بجتی دیکھی ۔ یہہ رویہ دیکھہ حیران ہوئی ۔ آخر اپنے تئیں پندرہ سولہ برس کا جوانِ شکیل و دیدارو بناکر کسی سے پوچھا کہ اِس شہر میں چھوٹے بڑے کی خوشی کا سبب اور خاص و عام کی شادی کا باعث (کہ برخلافِ آئینِ حکمت ہے) کیا ہی ؟ اُس نے کہا کہ یہاں کا بادشاہ قضاے الٰہی سے اندھا ہوگیا تھا ۔ اُس کے بیٹے بعد مدتِ مدید کے بہت سے رنج کھینچ کر گلِ بکاولی لائے اور اُس سے بادشاہ کی آنکھیں روشن ہوئیں تب ارشاد کیا کہ برس روز تک اِسی طرح سب ادنی اعلی اپنے اپنے دروازے پر نوبت دھرواویں اور عیش مناویں

بکاولی نے یہہ مژدۂ جاں بخش سُنکر کہا الحمدللّٰہ ۔ پاے طلب نے منزلِ مقصود پائی محنت ٹھکانے لگی ۔ یہہ ملک اُسی فتنہ انگیز کا ہی ۔ اغلب کہ وہ بھی ہاتھہ آئے اور خلش مِٹ جاے ۔ پھر دریا کے کنارے جاکر کپڑے اُتارے پانی میں پیٹھی ۔ نہا دھو راہ کی ماندگی رفع کر نکلی اور ایک جوانِ حسین بن پوشاکِ مردانی پہن بادشاہی محلوں کی طرف متوجہ ہوئی ۔ بازار میں ناز سے آہستہ آہستہ چلتی تھی ۔ جس کی طرف کہ چشمِ سرمہ سا سے اُس روپ میں بھی دیکھتی وونہیں اُسے نقش پا کی مانند بٹھا دیتی اور جس وقت کہ زلفِ پرپیچ و تاب کو تاب دیتی ۔ تماشائیوں کے دلوں کو پیچ میں لیتی ۔ غرض جو کوئی کہ اُسے دیکھتا سکتے کی سی حالت میں آجاتا ۔

پھر تو تمام شہر میں اُس کے جمال کا غُل پڑ گیا ۔ رفتہ رفتہ بادشاہ کے بھی گوش گذار ہوا ۔ چنانچہ حضور سے اِرشاد ہوا کہ اُس جوانِ رعنا کو ہمارے پاس لاؤ

قِصّہ کوتاہ حضورِ اعلیٰ میں اُسے لیگئے ۔ حضرت نے پوچھا کہو کہاں سے آنا ہوا اور تمھارا کیا نام ہی ۔ کِس واسطے آئے ہو ؟ جوان نے عرض کیا کہ وطن تو غُلام کا پچھم ہی اور نام فرّخ ۔ نوکری کی تلاش میں نِکلا ہوں ۔ اب جہاں پناہ کے تفضُّلات سے اُمیّد یہہ ہی کہ حضور کے مُلازِموں میں سرفراز ہوں ۔

تا دُعاے دولت میں خاطِر جمع سے مشغول رہوں

۔ زینُ المُلوک نے کہا بہت بِہتر حاضِر رہو اور خواصوں میں بہ عِزّتِ تمام سرفراز کیا ۔ بِلاقید کی پروانگی بھی دی ۔ تھوڑے دِن اُسے گذرے تھے کہ چاروں شاہ زادے ایک روز بارگاہِ سُلطانی میں آئے ۔ بادشاہ نے شفقت سے ہر ایک کو چھاتی سے لگاکر سر اور آنکھیں چومیں ۔ پھر کرسی پر بیٹھنے کا اِشارہ کیا

بکاولی نے کِسی سے پوچھا کہ یے کون ہیں ؟ اُس نے کہا ۔ تُم نہیں پہچانتے بادشاہ کے بیٹے ہیں تب اُس نے ہر ایک کے قیافے کے سونے کو اِمتحان کی کسوٹی سے کسا لیکن کھرا نہ پایا ۔ سر تا پا کھوٹ ہی نظر آئی ۔ پوچھا کہ بادشاہ کا کوئی اور بھی بیٹا ہی جو اِن کے ساتھ گُلِ بکاولی لینے گیا تھا ؟ اُس نے کہا اور تو کوئی نہیں ۔ جدا اِس پر ثابت ہوا کہ اور

کوئی فرزند بادشاہ نہیں رکھتا تو نہایت گھبرائی ۔ اپنے طالع سے لڑنے لگی اور یہہ اشعار پڑھنے

اشعار

ارے بختِ زبوں تو نے کیا کیا	یہہ عُقدہ کام میں کیوں میرے ڈالا
نہ کھولے ناخنِ تدبیر اُسے گو	تو قاصر اُس کتیں کوئی نہ کہیو
اگر دیکھے کوئی خوابِ پریشاں	تو ہو تعبیر دینی اُس کی آساں
ولے میرا معمّا ہی یہہ لا حل	کسی مخلوق سے ہووے یہہ کیا حل
کروں کیا خواب کی میں اپنے تقریر	نہیں تعبیر اُس کی ہی یہہ تعبیر

وہ کون سا عیّار تھا جو اِس باغ سے گُل لیگیا ۔ نہیں نہیں بلکہ جان و دل لیگیا ۔ نیرنگ سازی کے سنگِ افسوں سے اُس نے میری ناموس کے شیشے کو پھوڑا اور عیابانہ عشق کے تیر سے میرے سینے کو توڑا ۔ میں نے اُس کی کِس قدر جُست و جو کی ۔ کیا کیا محنت و مشقّت کھینچی بارے یہاں اُس گُل کا نِشان مِلا ۔ تنگ لونگ میرا بھی غُنچۂ دِل کِھلا

بیت

نہیں کُچھ شُبہ بے شک میں نے جانا	یہی اُس چور کا ہیگا ٹھکانا

لیکن فلکِ دغاباز نے میرا کھیل بگاڑا اور قرعہ نااُمیدی کا میرے نام پر پھینکا

بیت

کہاں جاؤں کروں اب کس سے فریاد	نہیں کچھ بس کروں ہوں داد بے داد

القصہ بکاولی نے اپنے دل میں ٹھہرایا کہ اللہ بادشاہ کا کوئی اور بھی بیٹا ہوگا کیونکہ اِن ناداںوں کے قیافے سے تو یہہ نہیں معلوم ہوتا کہ اِس امرِ دشوار کی تحصیل اِن سے ہوئی ہو - بہرحال چندے اور بھی صبر کیا چاہئے - دیکھوں تو پردۂ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہی - سبحان اللہ اُلٹی بات ہی کہ معشوق طالب عاشق کا ہو اور عاشق اُسکا مطلوب لیکن نظرِ تحقیق سے جو غور کرے تو سیدھی لگے - کیونکہ جب تلک معشوق کو خواہش عاشق کی نہ ہو اُس کی چاہت اکارت ہی اور کوشش بے فائدہ - آتشِ طلب کی عاشق کے گریبان سے جو مشتعل ہی - فی الحقیقت لگائی ہوئی معشوق کی ہی جو عاشق معشوق کی راہ میں بہ ظاہر قدم رکھتا ہی - باطن میں وہ معشوق کا قدم رکھتا ہی عاشق کو اصل میں معشوق سے نسبت ہی اور وہ فعل اُسی کا ہی - بہ ظاہر عاشق سے صادر ہوتا ہی

اب یہاں سے بات بڑھ گئی قلم کہتا ہی ای شخص

بس کر میں نے لکھنے میں بہت سی کوشش کی اور تم اپنی سعی کا دعوا کرتے ہیں کہ قلم نے کیا کیا - ہم نے لکھا - بازو اپنے ہی تردد کا دم مارتا ہی کہ دست و قلم سے کیا ہو سکا

جو کچھ کیا سو میں نے کیا ۔ غرض اِسی طرح اسباب تحریر کے بڑھے اور ایک کو ایک پر فوقیت ہوتی گئی ۔ بندان ایک ایسا سبب پایا گیا کہ وہ محتاج کسی کا نہ تھا پس ای عزیز ! اگر تو بتا دے کہ فی الحقیقت لکھنے میں کس کی سعی ہی اور ظاہر میں کس کی تو میں بھی عاشق و معشوق کی سعی کا جواب دوں

نواں قصہ حمّالہ کے پہنچنے کا تاج الملوک کے پاس دیوؤں سمیت اور بکاولی کی سی حویلی اور باغ کے تیار کرنے میں

جب کہ تاج الملوک سے اُن ناعاقبت اندیشوں نے گلِ بکاولی چھین لیا تب یہہ بیچارہ دل ہی دل میں پیچتاب کھا کر رہ گیا ۔ مثل ہی کہ قہرِ درویش برجانِ درویش ۔ پھر اُن کج فہموں کے پیچھے پیچھے بعد چند روز کے اپنے باپ کی سرحد میں ایک جنگل کے بیچ کہ جو درندوں چرندوں کا مسکن تھا آن پہنچا اور چقماق سے آگ جھاڑ کر حمّالہ کے دئیے ہوئے بال کو اُس پر رکھہ دیا ۔ چوتھائی بھی نہ جلا ہوگا کہ وہ اٹھارہ ہزار دیوؤں سمیت آ پہنچی اور تاج الملوک کو فقیروں کے بھیس میں دیکھ کر آگ ہوگئی کہ ای شاہزادے ! میری بیٹی کو کیا کیا اور تو نے یہہ اپنا کیا حال بنایا ؟ تاج الملوک بولا کہ آپ کی توجہ سے سب طرح خیریت ہی لیکن ایک کام مجھے نہایت منظور ہی اور اُس کی تدبیر مجھ سے نہیں ہو سکتی ۔ اِس واسطے آپ کو تصدیع دی ہی

حمالہ نے کہا ای بت بنے ! باتیں نہ بنا - وہ کون سا کام ہی کہیں جلدی کہہ ۔ تب تاجُ
الملوک نے عرض کیا - میں چاہتا ہوں کہ اِس جنگل میں ایک محل اور باغ (کہ ہو بہو
بکاولی کے قصر اور باغ سا ہو) بناؤں - تم جس طرح سے جانو جلد بنوا دو ۔ وہ بولی ای
بیٹا ۔ یہہ کتنی بات ہی پر میں نے تو اُس کے باغ و عمارت کو دیکھا نہیں - بھلا ان دیکھے
مکان کا نقشا کس طرح بتلاؤں اور بنواؤں
تاج الملوک بولا جس طرح میں کہوں اُسی طرح بنواؤ ۔ حمالہ نے وونہیں کئی سو دیو
لعلِ بدخشانی کے واسطے اور سینکڑوں عقیقِ یمانی کے لئے - ہزاروں روپے سونے
اور جواہرات بیش قیمت کی خاطر ہر چار طرف بھیجے
دیووں نے تین روز کے عرصے میں جواہرات وغیرہ کے
جا بجا تو دے لگا دئیے پھر شاہزادہ جس طرح بتانے لگا اُسی طرح وے بنانے لگے
۔ پہلے تو دو دو نیزے مٹی کھود کر پھینک دی اور وہاں زرِ خالص بھر دیا اور اُسی قطعۂ طلائی
پر جڑاؤ عمارتوں کی بنیادیں ڈالیں ۔ تھوڑے دنوں میں ویسا ہی قصر اور اُسی طرح کا باغ
جواہر نگار جڑاؤ نہروں درختوں سمیت اور زبرجد و یاقوت کے دو دالانِ عالیشان آمنے
سامنے بیچ میں اُن کے ایک حوضِ مرصّع کا اُسی قطع کا گلاب سے معمور بنایا - پھر ہر ایک
مکان میں فرش اُسی رنگ کا بچھایا

حاصل یہہ ہی کہ جتنا جواہر سونا روپا دیو لائے تھے - اُس میں سے آدھا مکانات کے
بنانے میں خرچ ہوا ۔ چوتھائی کارخانجات کی تیاری میں - باقی خزانے میں
داخل کیا ۔ جب عمارت سب کی سب بن چکی اور تاج الملوک کی پسند پڑی تب حمالہ
نے اُسے کہا کہ تو بھی کچھ جانتا ہی کہ تیرے واسطے میں نے کس قدر رنج اُٹھایا اور دُکھ
سہا سوائے اِس کے دیوؤں کو آدمیوں سے کمال مخالفت ہی - برعکس اُس کے
میں نے تجھ سے محبت کی اور کس شفقت سے پالا پرورش کیا علاوہ اِس کے بکاولی کے ملک
میں (کہ آج تک کوئی نہیں گیا) تجھے پہنچایا - پھر بہ سبب اُس حرکت کے (جو تجھ سے وہاں
ہوئی) اُس کے ہاتھ سے میں نے کیا کیا صعوبت و زحمت اُٹھائی سو یہہ سب محمودہ جان
کی خاطر ہی ۔ ایسا نہ ہو کہ اُس کا دامن روزگار اندوہ کے غبار سے آلودہ ہو
یہہ کہکر رخصت ہوئی ۔ بعد اُس کے جس مقام میں
محمودہ اور دلبر کنیں استقامت کو فرمایا تھا - اُسی طرف شہزادہ بڑے ٹھاٹ باٹ
سے گیا اور اُن کو جڑاؤ عماریوں میں سوار کیا - پیچھے پیچھے خان خواص کے محافے رتھیں
جس پر کارچوبی سلطانی بانات کے غلاف پڑے ہوئے آگے آگے غلام خوش
پوشاک سونے روپے کے عصے ہاتھوں میں لئے گھوڑوں پر سوار اہتمام کرتے ہوئے
- غرض اُسی تجمل سے اُس قصر عالی میں دونوں کو داخل کیا اور عیش و عشرت سے

اوقات بسر کرنے لگا

دسویں حکایت عمارت بنانے کی تاج الملوک کے اور اس کی خبر پہنچنے کی زین الملوک کو

معمار سرائے سخن کا اِس داستان کے گھر کی بنا اِس طرح رکھتا ہی کہ ایک دن تاج الملوک کے غلاموں میں سے ساعد نام اُس بیابان میں اِدھر اُدھر سیر کرتا پھرتا تھا ۔ ناگاہ اُس کی نظر کتنے لکڑہاروں پر (کہ لکڑیوں کے بوجھے لئے جاتے تھے) جا پڑی ، اُن سے پوچھا تم کون ہو اور یہہ لکڑیاں کہاں لیے جاتے ہو ؟ اُنھوں نے جواب دیا کہ ہم شہر شرقستان کے لکڑہارے ہیں ، یہی ہمارا کسب ہی اِسی سے ہمارے لڑکے بالے پلتے ہیں ، اُس نے کہا کہ آج تم یہہ گٹھے میرے آقا کے باورچیخانے میں لیچلو دولت خانہ اُس کا نزدیک ہی ، اُس نے یہاں ایک شہر ہی بسایا ہی ، واجبی قیمت ملیگی ۔ بلکہ بہت سا اِنعام پاؤگے اُنھوں نے کہا ہماری تمام عمر اِسی کام میں اور اِسی بیابان سے لکڑیاں لیجاتے کٹی لیکن کبھی آبادی کا یہاں نشان نہ دیکھا نہ سُنا

ساعد نے کہا کہ تک ایک تم آگے بڑھکے دیکھو ۔ اگر میرے کہنے کا کچھ اثر ظاہر ہو تو بہتر ۔ نہیں تو تمھارے پھر آنے کا کوئی مانع نہ ہوگا ، لکڑہارے اِنعام کے لالچ سے ساعد کے

آگے ہولئے ۔ تھوڑی سی دور جاکر سب کے سب ایکبار گی پکار اُٹھے کہ نعوذُباللّٰہ من الشَّیطانِ الرَّجیم ! ای میاں! تو ہمیں کبوں اِس آگ میں جھونکنے کو لیچلا ہی ۔ چولہے میں جاے اِنعام اور بھاڑ میں پڑے اِکرام ۔ بس ہمیں مُعاف کر ۔ ہم نے بھر پایا ، ساعد نے کہا ۔ یہہ شُعلے آگ کے نہیں ۔ حویلی کے جواہرات کی چمک ہی ، تم ہرگز اندیشہ نہ کرو اور میرے ساتھ چلے آؤ ،

وے اُس کے کہنے سے کچھ ایک اور بھی بڑھے ۔ آگے ساری زمین سونے کی نظر آئی تب سب نے اُس کی بات سچّی پائی ۔ قدم اُٹھائے ندھڑک چلے ۔ آخر وہ حُضور میں اُن کو لیگیا

تاجُ المُلوک نے ایک ایک انجلا موتی ۔ مُٹھّی بھر بھر جواہر ۔ ایک ایک تھان بیش قیمت ۔ ہر ایک کو دیکر رُخصت کیا اور فرمایا کہ اگر تُم یہاں آکر بسو تو اِسسے دونا ہر روز پایا کرو ، الکڑہاروں نے ہرگاہ کہ اِیسا کچھ اِنعام پہلے دِن پایا اور آیندہ اُمیّد بندھی ۔ اپنا وطن چھوڑ کر ہر ایک وہاں آرہے ، یہہ خبر اُن کے ہمسائے میں پھیلی پھِر جابجا مُنتشر ہوئی ، غرض جو کوئی اُس شہر کے دیکھنے کو جاتا ۔ ہرگز وہاں سے نہ پھرتا ۔ وہیں بس رہتا اور کوتوال شرقستان کا ہر روز رعیّت کے بھاگنے کی خبر وزیر کے حُضور جاکر عرض کرتا ۔ چُنانچہ ایک دِن اُس نے خبر دی کہ آج کی رات ہزار گھر اہلِ حرفہ کے خالی ہوئے اور وے بھاگ گئے

وزیر نے کہا کچھ یہہ بھی تو جانتا ہی کہ کہاں جاتے ہیں ؟ تب وہ بولا ۔ غلام نے یوں
سُنا ہی کہ کسی نے درندوں کے جنگل میں دس کوس تک سونے کی زمین
بناکر اُس پر ایک اُسی طرح کا شہر آباد کیا ہی اور ایک قصر و باغ بھی جواہر کا ایسا
بنایا ہی کہ روے زمین پر ویسا دوسرا نہیں ۔ اُس کے دریاے سخاوت کی لہر
تعجّب نہیں کہ نام حاتم طائی کا زمانے کی آبجو سے لیجاوے اور آب اُس کے دریاے
عدالت کا بعید نہیں کہ نقش عدل نوشیرواں کا لوح جہان سے مٹاوے ۔ وزیر نے
اِس بات کو باور نہ کیا بلکہ کہا جو کام کہ طاقتِ بشری سے بعید ہو اِنسان کی کیا مجال
کہ کر سکے تب کوتوال نے مکرّر عرض کی کہ متواتر یہہ خبر پہنچی ہی جھوٹھہ کیونکر ہوگی ۔ جو
قادرِ کریم کہ عورت کو مرد بنا سکتا ہی اور مرد کو عورت اگر دولتِ دُنیوی کہ بہ منزلۂ ایک
عورتِ شکیلہ ہی ایک مرد کی مطیع کردے تو تعجّب کیا ہی

	بیت	
نہ پوچھہ چرخ ہوا ہی کمینہ پرور کیوں		بہانہ بے سببی بس ہی اُس کے دینے کو

آپ نے سُنا ہوگا کسی بادشاہ کی بیٹی نے ایک دیو سے علامت مردی کی
لیکر اپنی شادی کی تھی

اگلے وقت میں ایک بادشاہ تھا ۔ اُس کی محل سرا میں سو رنڈیاں صاحب جمال

سب بے مثال تھیں - پر کسی کے اولاد نہ ہوئی تھی ، خدا کی قدرتِ کاملہ سے ایک (جوان میں حسن کے بیچ سرس تھی) اُسے حمل رہا ، بعد نو مہینے کے اُس کے لڑکی پیدا ہوئی ، اسی طرح تین بار جنی پر لڑکا پیدا نہ ہوا

جد چوتھی بار پیٹ رہا تب بادشاہ نے قسم کھائی

کہ اگر اب کے بیٹی جنی تو اِس کو اُس سمیت جان سے مار ڈالوں گا ، تقدیر کی نیرنگی سے اُس مرتبہ بھی لڑکی ہی پیدا ہوئی لیکن نہایت خوب صورت پری طلعت - اُس کی ماں نے جان کے خوف سے لڑکا مشہور کیا ، نجومیوں کو بھی تاکید کی کہ بادشاہ کو سمجھا دو دس برس تک اِس لڑکے کا مُنہ دیکھنا آپ کو اچھا نہیں - چنانچہ منجموں نے بادشاہ کی خدمت میں وہیں عرض کیا حضرت نے بھی مانا ویسا ہی کیا

القصّہ جب لڑکی ہوشیار ہوئی اور اُس کے دیدار کی مناہی کے دن تھوڑے رہے تب ماں نے وجہ بیٹا کہوانے کی اُس کو سمجھا دی اور کہا اے بیٹی ! تو بادشاہ کے حضور مردانی وضع سے آیا جایا کر کہ میری تیری زندگی رہے اور جان بچے چنانچہ لڑکی بعد ایام معہود بادشاہ کی خدمت میں کدھی کدھی آنے جانے لگی ، لیکن مجرا کر کے جلدی سے پھر آتی دیر تلک نہ رہتی آخر اُس دخترِ پسر نما کی نسبت دوسرے بادشاہ کی

بیٹی سے کی جب شادی کے دِن نزدیک آپہنچے - بادشاہ نے اُس کو لباس شاہانہ پہنایا اور سونے کے حودے میں اپنے آگے بٹھاکر تجمّلِ بادشاہی سے دُلہن کے مُلک کو روانہ ہوا ، لڑکی اُسی حالت پر کبھو ہنستی اور گاہے روتی ایک رات کسی جنگلِ ویران میں اِتفاق رہنے کا ہوا ، لڑکی مارے شرم کے (کہ آخرِ کار زندگانی وبالِ جان ہوگی) چُپکے ہی اُٹھ کر اُس بیابان میں چلی گئی اِس اِرادے سے کہ کوئی درندہ کھا جاوے - جاتے جاتے ایک درخت کے نیچے (کہ وہ دیو کے رہنے کا مکان تھا) پہنچی وہ اُس کے حُسن پر دیوانہ ہوگیا اور آدمی کی صورت بن کر لڑکی کے آگے آکر اُس کا احوال پوچھا - اُس نے اپنی ساری حقیقت جوں کی توں بیان کی یہہ بات سُن کر دیو کا دِل بھر آیا ، بولا اگر تو امانت میں خیانت نہ کرے اور اِس پر قول دے تو میں اپنی آلت کِسی حکمت سے تیرے لگادوں اور تیری علامت آپ اختیار کروں - لڑکی موافق دیو کے کہنے کے عمل میں لائی ، اُس نے بھی اپنا وعدہ پورا کیا تب وہاں سے خُرّم وخنداں وہ اپنے ڈیرے آئی ، بعد کئی روز کے برات اپنی منزلِ مقصود کو پہنچی اور شادی سے فراغت کرکے بادشاہ اپنے مُلک پھر آیا ، شاہزادہ نقلی چند مُدّت وہیں رہا جب اُس کے یہاں لڑکا پیدا ہوا تب قصد وطن کا کیا اور منزلیں

طی کرنے لگا

جب اُس جنگل میں پہنچا اُسی درخت کے تلے گیا دیکھتا کیا ہی کہ دیو بڑھیا کے بھیس میں روتی شکل بنائے بیٹھا ہی ، شاہزادے نے کہا ای دیو میں نے تیری مہربانی سے اپنے دل کی مراد بھرپائی - اب اپنی چیز لے اور میری مجھے دے ، دیو نے کہا میں اب اُس کام کی لیاقت نہیں رکھتا اُس سے گذر گیا ، تقدیر میں یوں ہیں لکھا تھا تب اُس نے پوچھا کہ وجہ اِس کی کیا ہی مفصل بیان کرو ؟ دیو بولا کہ میں اِسی صورت سے تیرے منتظر یہاں بیٹھا تھا - ناگاہ ایک پہاڑ سا دیو آیا - اُس کے دیکھنے سے مجھ پر شہوت غالب ہوئی اور مارے مستی کے میں نہ رہ سکا - اُس نے بھی دوڑ کر مجھے چھاتی سے لگالیا ، آخر مل بیٹھا ، میں اگر اب علامت مردی کی لگاؤں تو جننے کے وقت جی سے ہاتھ اُٹھاؤں - سِوائے اِس کے یہہ عقدہ بھی مجھ پر کھلا کہ مردوں سے رنڈیاں شہوت میں زیادہ ہیں ، اب جا اپنی راہ پکڑ ، میں نے اپنی چیز تجھ ہی کو بخشی

وزیر نے کہا خدا کی قدرت برحق ہی - مجھے کچھ اِس میں شک نہیں لیکن محال چیزوں کا آدمی سے موجود ہونا عقل میں نہیں آتا - کوئی دانا اُس کو نہیں مانتا شاید تو نے چترے اور فقیر کی کہانی نہیں سُنی

حکایت چِڑے اوْرفقیر کی

حضرت سُلیمان کے عہد میں چِڑیا کا جوڑا ایک روز راہ میں بیٹھا دانہ چُگتا تھا۔ ایک فقیر جُبّہ پوش کو دور سے آتے دیکھا، مادہ نے نر سے کہا خبردار دُشمن آتا ہی۔ ایسا نہ ہو کہ بلا کے پنجے میں گرفتار کرے

نر بولا اِس خدا دوست سے کچھ اندیشہ نہیں جو خُدا کی راہ پر چلتے ہیں۔ وے کسی کی ایذا روا نہیں رکھتے۔ اِنھیں باتوں میں تھے کہ فقیر آپہنچا اور بغل سے ایک کھٹکا نکال ایسا پھینک مارا کہ نر کا ایک بازو ٹوٹ گیا۔ بہر حال اُس ظالم کے ہاتھ سے بھاگ کر گرتا پڑتا سُلیمان بادشاہ کے پاس گیا، پہلے تو جا کر دُعا دی۔ پھر یہہ عرض کی کہ فلانے دَرویش نے بے تقصیر میرا بازو توڑ ڈالا ہی

بادشاہ نے فرمایا اُس کو حاضر کرو۔ چُنانچہ حُضور میں اُسے لے آئے تب بادشاہ نے غُصّے سے فرمایا کہ تو نے اِس کو کیوں مارا؟ اُس نے عرض کی کہ اگر میں نے اِس کو مارا تو کیا ظُلم کیا۔ کیوں کہ اِنسان کی خوراک ہی، یہہ سُنکر چِڑا بولا کہ اگرچہ میں بیچارہ چھوٹا سا پرندہوں پر اِس قدر مُجھ میں شعور ہی کہ اپنے دوست سے شِیر و شکر کی طرح مِل جاتا ہوں اور دشمن سے کڑی کمان کے تیر کی طرح بھاگتا ہوں، تیری پیوندی گُدڑی دیکھکر میں نے جانا تھا کہ تو خُدا کی

راہ پر ہے کسی کے حق میں بدی نہ کریگا لیکن اب مجھ پر کھلا کہ تیرا شیطان ہی رہنما ہی

اور گدڑی میں فقط مکر و دغا ہی بھرا ہی

اب اس کو اُتار رکھ کہ اور کوئی میری طرح

سے فریب نہ کھاوے اور تیرے مکر کے جال میں نہ آجاوے ۔ چڑے کی باتیں

حضرت کو نہایت پسند آئیں ۔ فقیر کو لعنت ملامت کرکے نکال دیا

بعد چند روز کے وہی چڑا کہیں چگتا تھا ۔ کسو درویش نے کسی طرح اُس کو پکڑ کے

پنجرے میں بند کیا ۔ چڑا سمجھا کہ ابکے تو جان پر آبنی سوچ کر یوں کہنے لگا ۔ ای مردِ خدا

! میرے بیچنے سے تجھ کو چنداں نفع نہ ہوگا اور کھانے سے بھی سیری معلوم

۔ رکھنا بھی علیٰ ہذا القیاس بے فائدہ ہی پس چند سخن کہ ہر ایک دُرِ بے بہا ہی

اگر مجھ کو چھوڑ دے تو کہوں ۔ یہہ سُنکے فقیر بہت خوش ہوا ۔ پنجرے سے اُس کو

نکال پاؤں پکڑ ہاتھ پر بٹھایا اور کہا لو کہو ۔

چڑا بولا ایک عالم کہتا ہی کہ خدا چاہے تو بہتر اونٹ کی قطار سوئی کے ناکے میں سے

نکل جاوے ۔ سچ ہی خدا کی قدرت سے تو کچھ دور نہیں بلکہ نزدیک ہی

پر آدمی کی سعی سے ہرگز اعتبار نہ کیا چاہئے ۔ دوسرے یہہ کہ جو کام اپنے اختیار میں

نہ رہے اُس کے واسطے غمگین نہ ہوجئے ۔ لے اب چھوڑ دے تو اور کہوں ۔ آزاد نے

اُسے وونہیں آزاد کیا

چِڑا اُڑکر ایک درخت کی ڈالی پر جا بیٹھا اور بولا ای فقیر! تو بڑا احمق ہی کیا تیری عقل ماری گئی جو ایسا شکار اپنے ہاتھ سے کھویا میرے پیٹ میں ایک ان مول لعل ہی اگر تو مجھے مار کر کھاتا تو وہ بھی تیرے ہاتھ آتا ۔ درویش یہہ سن کر ہاتھ ملنے لگا اور یوں کہنے ای پرند! بھلا میں اُس نفع سے درگذرا لیکن تو اور باتیں تو کہہ ۔ چِڑا بولا کہ تیرا دل مانند چکنے گھڑے کی ہی ۔ میری باتیں اُس پر اثر نہ کرینگی ۔ ناحق کہکر کیا ضائع کروں مثل مشہور ہی اندھے کے آگے روؤے اپنی آنکھیں کھووے ۔ ای نادان! ابھی تو میں نے تجھ سے کہا تھا کہ جو چیز اپنے قبضے سے نکل جاوے اُس کے واسطے بلا پچتاوے ۔ اِسی دم تو بھول گیا اور یہہ نہ سمجھا کہ میں نے لعل کیونکر نگلا ہوگا ۔ یہہ کہکر چِڑا اُڑ گیا اور فقیر نے مایوس ہوکر کا رستا پکڑا ۔

اِس بات سے اپنی غرض یہہ ہی کہ خدا کو تو سب طرح کی قدرت و طاقت ہی لیکن انسان کو چاہئے کہ بے تحقیقات بادشاہوں کی جناب میں کچھ عرض معروض نہ کرے ۔ اِس واسطے تجھ کو لازم ہی کہ پہلے تو جاکر اپنی آنکھوں سے دیکھ آ پھر عرض کر

گیارھویں کہانی جانے میں زین الملوک کے لشکر و ارکانِ دولت سمیت ضیافت کے بیچ تاج الملوک کی اور دیکھنے میں بکاولی کے تاج الملوک کو

آخر کوتوال نے وزیر سے رخصت ہو کر ملک نگارین کی راہ لی جب تھوڑی سی راہ طے ہوئی ہراول پکار اٹھا - اس جنگل میں ایک دوں ایسی لگ رہی ہی کہ شعلے اس کے آسمان تک پہنچے ہیں ، اتنے میں سواری تک ایک اور آگے بڑھی سونے کی زمین نظر آئی اور جڑاؤ عمارت تب ظاہر ہوا کہ جس کو آتش گمان کیا تھا وہ یہی ہی شعلے نہ تھے وہ اسی کی چمک تھی ، اتنے میں تاج الملوک نے جو کوتوال کے آنے کی خبر سنی فرمایا کہ حوضوں کو بھرو فوارے چھوڑ دو اور اسے یاقوت کے دالان میں بٹھاؤ یا ول بموجب حکم کوتوال کو حویلی میں لیگئے ، وہ جس طرف آنکھ اٹھا کے دیکھتا تھا جگمگاہٹ سے جواہرات کی چکاچوندھ لگ جاتی تھی

بعد ایک ساعت کے تاج الملوک نے بھی تخت شوکت کو زیب و زینت بخشی ، کوتوال اٹھ کر آداب بجالایا اور دعا و ثنا کے بعد یوں عرض کرنے لگا جب حضرت کے مکان بنانے اور ملک بسانے کی خبر اس جنگل میں شرقستان کے بادشاہ کی جناب میں پہنچی تب اس خانہ زاد کو احوال کی تحقیقات کے لئے بھیجا ، گستاخی معاف اگر آپ کے دل میں خواہش سلطنت کی اور ارادہ فساد کا ہو تو ادھر سے بھی کچھ درنگ نہیں والا طوق بندگی کا گلے میں ڈال بارگاہ سلطانی کے بیچ حاضر ہو جئے - کیوں کہ دو تلواریں ایک میان میں نہیں رہتیں اور دو بادشاہ ایک ولایت کے درمیان نہیں رہتے

تاج الملوک یہہ سُنکر بولا مَیں نے تو اِس حیوانات کے وطن میں ایک عبادتگاہ بنائی
ہی ۔ حق تعالیٰ کی بندگی میں مشغول رہتا ہوں خواہش بادشاہی کی مطلقاً نہیں بلکہ
دعواے دولتخواہی ہی ، کوتوال نے جو یہہ کلمے شایستہ سُنے خوشی بہ خوشی رُخصت
ہوا اور جو کہ دیکھا سُنا تھا ۔ وزیر سے مفصّل کہا ، وہ سُنکر ایک لمحہ تو فکر کے دریا میں
ڈوبا رہا ۔ پھر بادشاہ کے حضور جاکر جو کہ سُنا تھا عرض کیا ، بعضوں نے تو سچ جانا اور
کتنوں نے جھوٹھ سمجھ نہ مانا ، بکاولی (کہ زین الملوک کی خدمت میں حاضر تھی) یہہ بات
سُنکے دل میں کہنے لگی ۔ الحمدللہ ۔ بعد اِتنی مدّت کے عقدِ بستہ کی صورتِ کُشائش اور
نااُمیدی کی رات کے بعد صبح آسایش کے ہونے کی شکل نظر آئی

	بیت	
طپش دل نے خبر یار کے آنے کی دی		خوش ہوا ای چشم کہ یہہ زمزمہ افواہ نہیں

بادشاہ بھی اِس ماجرے کو وزیر کی زبانی سُنکر ایک ساعت تفکّر کے گریبان میں سر
ڈالے رہے بعد اُس کے فرمایا کہ اگر یہی صورت ہی تو ایک نہ ایک دن سلطنت کے
زوال کا موجب ہوگی

	رُباعی	
جوں سے چشمے کا ایک آن میں سوت		بنلیچا لینکے بند کر سکیئے

بھرے جس وقت پھر وہی چشمہ		پار۔ ہاتھی بھی ہو تو ۔ جا نہ سکے

وزیر نے آداب بجالا کر عرض کیا کہ عقلمندوں نے کہا ہی جس دُشمن سے نہ لڑ سکئے اُس سے دار و مدار کر کے ملجائیے

بیت

خوشی سے بر آمد جو ہو کام کی		تو کیجئے نہ تندی و گردن کشی

اب تدبیر یہہ ہی کہ قبلۂ عالم اُس سے سلسلہ اخلاص کا برھاویں اور رشتہ محبّت کا اُس کی گردن میں ڈالیں ۔ بادشاہ نے فرمایا سوا ے تیرے اور کسی کو اِس لائق نہیں دیکھتا ہوں ۔ تو ہی وہاں جا اور ربط اُس سے بہم پہنچا لیکن وہ کام کر کہ سانپ بھی مرے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے یعنے میری شان نہ گھٹے اور اِخلاص برھے ۔ وزیر خجستہ تدبیر بموجب حکم کے بڑی کرّ و فر سے روانہ ہوا ۔ ایک آدھ دِن کے بعد تاجُ المُلوک کو اُس کے آنے کی خبر پہنچی ۔ اِرشاد کیا کہ فرش و فروش کی تیّاری نئے سِر سے کریں ۔ حوضوں کا گلاب بدلوا دیں ۔ فوّارے چھُڑوا دیں اور اُس کو لعلِ بدخشانی کے دالان میں بِٹھلاویں ۔ چُنانچہ جب وہ آیا ۔ اہل کار اُسی طرح عمل میں لائے ۔ شہزادہ آپ بھی وہاں رونق افزا ہوا اور ایک جڑاؤ کرسی پر بیٹھا ۔ وزیر نے اُٹھ کر مُجرا کیا دُعائیں دیں پھر ملتمس ہوا کہ آگے اِس سے ایک بادشاہی بندہ حضور میں حاضر ہوا تھا اور اُس نے آپ کا پیام محبّت انجام حضورِ مُعلّے میں

پہنچایا اور اوصاف پسندیدہ بھی بہت سے بیان کئے ، بادشاہ کی آتشِ غضب کو سرد

کردیا بلکہ قبلۂ عالم کو حضرت کی ملاقات کا مشتاق کیا پس اس سے کیا بہتر ہی کہ دو

چشمے فیض وعطا کے اور دو دریا جود و سخا کے باہم ملیں ،

تاج الملوک نے کہا کہ جو پیام میری طرف سے لازم تھا

سو حضرت جہاں پناہ کی طرف سے آیا ۔ بسروچشم مجھے قبول ہی ۔ میری بھی آرزو یہی

تھی ، پھر وزیر نے عرض کی ۔ انشاء اللہ تعالی بعد ایک ہفتے کے حضرت عالم پناہ یہاں رونق

بخش ہونگے ، پھر خاصہ یاد کیا ۔ بکاول طعام لذیذ مزیدار قسم قسم کا جواہر نگار باسنوں میں

نکلوا روپے سونے کے خوانوں میں لگوا نعمت خانے میں لایا اور دسترخان زربفت کا

بچھوا کر چن دیا ، شہزادے نے وزیر کے ساتھ نوش جان فرمایا ، بعد اس کے ارشاد

کیا کہ وزیر کے ہمراہیوں کو بھی تقسیم کردو لیکن ظروف نقرئی وطلائی پھیر نہ لیجو جب لوگوں کو

کھانے سے فراغت ہوئی ۔ وزیر رخصت ہو کر شرقستان کو روانہ ہوا ۔ شتاب

حضور والا میں پہنچا ۔ تمام ماجرا مفصل ظاہر کیا

کہتے ہیں انھیں دنوں میں تاج الملوک نے ایک رات حمالہ کے سر کا بال آگ پر رکھا ۔

وونہیں ہزاروں دیوؤں سمیت وہ وہاں آپہنچی تاج الملوک نے اور محمودہ نے اٹھ کر

سلام کیا ۔ اس نے دونوں کی بلائیں لیں ۔ چھاتی سے لگایا ۔ ماتھا چوما ۔ خیر و عافیت

پوچھی ۔ تاج الملوک نے کہا ۔ آپ کی سلامتی میں سب طرح کا چین و آرام میسّر ہے ۔ کچھ کمی غمی نہیں لیکن کل ضیافت بادشاہِ سرقستان کی مقرّر ہوئی ہے ۔ وے یہاں تشریف لاوینگے میری خواہش یہہ ہے کہ اِس سرزمین سے اُس کے شہر تک فرشِ باناتی و مخملِ سرخ و سبز (کہ خطا و ختن کے معشوقوں کے رخ و خط کی مانند ہووے) بچھوادو اور کوس کوس بھر پر خیمے قاقم و سنجاب کے ۔ طنابیں اُن کی گلابتوں کی ۔ پردے دیبا و اطلس کے ۔ چوبیں گنگا جمنی کی ۔ میخیں طلائی و نقرئی کھڑے کروادو پر اِس افراط سے ہووین کہ ہر ایک شاہ کے چھوٹے بڑے امیر کو جُدی جُدی آرامگاہ میسّر ہو کہ مخلّا بالطّبع رہے

حمّالہ نے دیوؤں کو حکم کیا ۔ اُنھوں نے تمام رات میں ویسی ہی تیاری کردی اور آپ اپنے ملک کو گئی ۔ صبح کے وقت سرقستان کے بادشاہ نے بہ موجب اقرار کے اپنے امیروں وزیروں کو حکم کیا ۔ بھاری بھاری زرق برق کی پوشاکیں پہنیں ۔ اور کئی ہزار سواروں کا پرا لباسِ گوناگوں اور ملبوسِ بوقلموں سے آراستہ ہوکر داہنی طرف رہے اور ایک جتھا ایسا ہی سجا سجایا بائیں طرف ایک غول سواروں کا مسلّح اونچی بنا ہوا آگے اور ہاتھیوں کا حلقہ سنہری رپہری ہودے عماریوں سے پیچھے تمام ٹھاٹ سواری کا نیا جگمگا ہر ایک بان نشان بادلے کا چمکتا ہوا

الغصّہ سواری اِسی ہیئت سے تیار ہوئی ۔ جہاں پناہ

ایک

ایک جڑاؤ عماری میں سوار ہوئے۔ اور بکاولی مردانہ بھیس بنا نہایت پُر تکلف پوشاک وجواہر پہن کمرِ آرزو محکم باندھ خواصی میں آبیٹھی چاروں شہزادے بھی خلعتِ شاہانہ زیبِ بدن کر زرق برق سے اپنے اپنے ہاتھیوں پر سوار ہوئے۔ پھر سواری مبارک تاج الملوک کے مُلک کو روانہ ہوئی

زین الملوک شہر سے کوس بھر آگے گیا ہوگا کہ ناگاہ زری کے خیموں کی چمک مانند شعاعِ آفتاب کے نظر آئی۔ بولا اغلب ہی کہ وہ یہی مکان ہو جس پر نگاہ نہیں ٹھہرتی اور آنکھ جھپکی جاتی ہی۔ وزیر نے عرض کیا کہ این گلِ دیگر شگفت۔ حضرت ایک رات کی رات میں کچھ کا کچھ رنگ بدل گیا۔ صرف یہاں تو جنگل تھا سوائے جھاڑ جھنکاڑ غلام نے کچھ نہیں دیکھا۔ دم مارنے کی بات نہیں قادرِ کریم نے ایک مخلوق کو ایسی قدرت دی ہی کہ اُس کی صنعت کی کُنہہ صاحبانِ خرد کو دریافت نہیں ہوسکتی۔ عقل اُن کی وادیِ حیرت میں پڑی بھٹکتی ہی۔ مُلکِ نگاریں تو ابھی بہت دور ہی۔ اُس عجائبِ روزگار نے یہہ رستے میں تماشا دکھایا ہی اِسے بھی ملاحظہ فرمائیے بادشاہ وزیر انھیں باتوں میں تھے کہ اُس کے مُلازموں میں سے ایک شخص نے آکر عرض کیا۔ ہمارے آقا کا حکم یوں ہی کہ عالم پناہ کی سواری جس جگہہ سے آگے بڑھے وہاں کا اسباب و پایندار سب فقیر و فقرا غریب و غربا لوٹ لیویں اور خود بدولت

ہر ایک منزل میں جس خیمے کو پسند کریں اُسی میں استراحت فرماویں چنانچہ بادشاہ
جس جگہہ آکر اُترتے اسباب ضیافت کا جو روے زمین کے بادشاہوں کو میسّر نہ تھا
سو مُہیّا پاتے ۔ غرض جوں جوں آگے بڑھتے جاتے تھے توں توں اسباب کی زیادتی
نظر آتی تھی اور عجائبات سے بیشتر حظ اُٹھاتے تھے
تاج الملوک آپ بھی ایک منزل استقبال کے لئے
آیا اور سارے لوازم آداب کے بجا لایا ۔ آخر بادشاہ بمعیت حشّاش وبشّاش اپنے
قصر مبارک منزل میں داخل ہوا ۔ حضرت کو زُمرّد کے مکان میں اعزاز و اکرام سے لا کر بٹھایا
اور مکانوں کو بھی آراستہ کروایا ۔ جہاں تہاں نئے نئے فرش بچھ گئے ۔ گلاب کے حوضوں
میں فوّارے چھوٹنے لگے
بادشاہ راہ کے عجائبات کی دید سے مُتعجّب ہو ہی رہے تھے عمارت و باغ کی ساخت
وتیاری ملاحظہ فرما کے عالم بیخودی میں آگئے ۔ بکاولی بھی شہزادے کا جمال و کمال دیکھ کر
دیوانی ہو گئی ۔ ہوش سے جاتی رہی سچ ہی

رُباعی

کہاں ابرو اگر تسخیر کرشمہ
تو ہر ایک دل کو وہ تکتا ہی لیکن
کسی مجمع میں دیو بن رشت سے چھوٹ
فقط عشّاق کا دیتا ہی دل توڑ

بعد ایک لمحے کے چیتی ہر طرف آنکھیں ملکر دیکھنے لگی ۔ جس مکان پر نظر پڑی اُس کا نقشہ اور جواہر جو ہو بہو اپنے مکانوں کا سا دیکھا متحیر ہو کر جی میں کہنے لگی ۔ یہہ کوئی بڑا جادوگر ہی کہ میری عمارات کو معلق یہاں اُٹھا لایا ہی اور اِس جنگل کو عالمِ طلسم بنایا ہی ۔ بعد ان ایک پری جو اُس کے ساتھ خدمتگار کے بھیس میں تھی اُسے اشارہ کیا کہ نظرِ غور سے دیکھہ اور بہ خوبی دریافت کر یہہ کیا ماجرا ہی ۔ اُس نے متامل ہو کر عرض کی ۔ آپ کے مکان جہاں کے تہاں ہیں کچھہ اندیشہ نہ کیجئے ۔ یہہ نئی عمارت ہی ۔ اِس شخص نے کام کیا ہی کہ ایسی نقل بنوائی ہی کہ اصل میں اور اِس میں فرق کرنا ہر ایک کا کام نہیں ۔ آفرین اِس کی چترائی اور دانائی کو ۔ یہہ سُنکر بکاولی بہت خوش ہوئی کہ چور میں نے پکڑا اور مال اپنا پایا ۔ چاہتی تھی کہ اُسی وقت افشائے راز کرے اور پردہ درمیان سے اُٹھاوے لیکن حیا مانع ہوئی ۔ جبراً و قہراً صبر و تحمّل کا قدم گاڑے رہی

القصہ دسترخوان بچھا اور طرح بہ طرح کا کھانا سونے روپے کے باسنوں میں چُن دیا ۔ تعریف اُس کی حلاوت کی کیونکر لکھئے کہ زبان قلم کی بند ہوئی جاتی ہی اور اِس خوانِ کافوری کا غذ میں نہیں سماتی ۔ حضرت اہلِ خدمت کے سلیقے اور اہلِ کاروں کے طریقے دیکھہ کر بہت محظوظ ہوئے

خاصہ فرزندوں اور مصاحبوں سمیت خوشی خوشی نوشِ جان فرمایا۔ اتنے میں اربابِ نشاط

حاضر ہوئے ۔ صحبت راگ و رنگ کی گرم ہوئی

ابیات

مُطربوں کی ہوئی بلند صدا ۔۔۔ پری پیکر لگے دِکھانے ادا

گُلِ نغمہ گئے سراسر پھول ۔۔۔ دف و نی کام میں ہوئے مشغول

بعد اُس کے بادشاہ اور تاج المُلوک اختلاط کرنے لگے اور باتوں میں مشغول ہوئے۔ ندان شاہزادے نے پوچھا کہ آپ کے فرزند کتنے ہیں؟ حضرت نے چاروں بیٹوں کی طرف اشارت کی اور فرمایا کہ ان کے سوا اب کوئی نہیں لیکن ایک اور بھی تھا چنانچہ اُسی کے دیدار نحس کی دولت یہہ بلائے ناگہانی مجھ پہ نازل ہوئی تھی۔ افضالِ الٰہی سے میں نے نجات پائی اور وہ اُسی حالت میں خدا جانے کہاں نکل گیا تب تاج المُلوک نے کہا کہ کس سبب سے اُس نے اس درگاہِ عالی کو چھوڑا اور اس درِ دولت سے جدا ہوا۔ کوئی اس مجلس میں اُسے پہچانتا بھی ہی یا نہیں؟ یہہ سُنکر زین المُلوک نے ماجرا اُس کی پیدائش کا اور اپنی نابینائی کا اوّل سے آخر تک اظہار کیا پھر ایک امیر کی طرف (جو اُسکا اتالیق تھا) اشارت کی کہ سوائے اس کے کوئی اُس کی صورت سے واقف نہیں تب شہزادہ اُس کی طرف مخاطب ہوا کہ دیکھو تو اس مجلس میں کوئی اُس کی

شکل کے مشابہ ہی یا نہیں ؟ اُس جہاں دیدہ نے شاہزادے کا نقشہ اور گفتگو کا رویہ بغور

مُلاحظہ کر کے عرض کیا کہ اِتنوں میں کسی کو اُس شاہزادے کی صورت شکل کے مُوافق

نہیں دیکھتا مگر چہرہٴ مُبارک میں اکثر اُس کی علامتیں پائی جاتی ہیں اور بول چال کی وضع

بھی بہت ملتی ہی

سُنتے ہی اِس کلام کے تاجُ المُلوک اُٹھ کر باپ کے

قدموں پر گر پڑا اور کہنے لگا کہ میں وُہی ناخلف و کم نصیب ہوں جو اِتنی مُدّت نحوستِ ایّام

اور طالع ناکام کے باعث سرگردان پھرا اور اِس درگاہ سے محروم رہا شُکر ہی کہ دیدار

مُبارک جِس طرح کہ خواہش تھی دیکھا اور قدم بوسی کی جِس وضع سے آرزو تھی بر آئی

، زینُ المُلوک نے یہہ گفتگو سُنکر مارے خوشی کے شاہزادے کو چھاتی سے لگا لیا

۔ سر اور آنکھیں چومیں ۔ سجدے شُکر کے بجالایا پھر بیٹے سے کہنے لگا ۔ یہہ حشمت و اقبال

کہ ایزدِ متعال نے تُم کو بخشا ہی ہم کو پہلے ہی اُس کا نقوّل تُمھارے روزِ تولُّد کے

زائچے سے حاصِل ہوا تھا ۔ الحمدِللہ کہ چہرہٴ مقصود کو آئینۂ ظہور میں حسبِ دلخواہ دیکھا ۔ بارے

آنکھوں میں اُجالا دوچند ہوا ، یہہ کہو کہ آج تک سروِ آزاد ہو یا کسی شمشاد قد سے پیوند

کیا ہی ؟ پھر شہزادہ بولا کہ غُلام کی دو منکوحہ ہیں ۔ اگر حکم ہو تو باریاب ہو ویں اور قدم بوسی

حاصِل کریں ، حضرت نے فرمایا ازیں چہ بہتر ، شاہزادہ وُہیں محل میں جاکر دلبر اور محمودہ کو

شاہ کی خدمت میں لے آیا، وے دونوں پری پیکر قریب اُس مکان کے کہ جس میں بادشاہ بیٹھے تھے۔ آکر ٹھٹھک رہیں تب زین الملوک نے کہا کہ یہاں کیوں نہیں آتیں؟ جو ان کے دیدار فرحت آثار سے میں نرگس چشم کو منور کروں اور سینے کو سرور سے بھروں تاج الملوک نے التماس کیا کہ آپ کی

سے لونڈیاں اس جگہہ حیا سے نہیں آتیں کہ چاروں شاہزادے ان کے بندۂ آزاد ہیں چنانچہ ان کی مہر سے اُن کے چوتڑوں پر داغ موجود ہیں۔ مزاج چاہے تو حضرت بھی ملاحظہ فرمائیں

اس راز کے کھلنے سے چاروں کے مُنہ کا رنگ اُڑ گیا۔ شرمندہ ہو کر وہاں سے اُٹھ گئے تب وے دونوں آکر قدمبوس ہوئیں پھر زین الملوک نے تمام سرگذشت ایام جدائی کی اور دلبر و محمودہ کا احوال استفسار کیا۔ شہزادے نے بھی شدائد و محنت بیابان کی۔ احوال بھائیوں کے داغ کھانے کا دلبر کے ہاتھ سے اور مروّت حمّالہ کی۔ بیاہنا محمودہ کا۔ لینا گلِ بکاولی کا گلاب کے حوض سے اور بکاولی کے دیکھنے کی کیفیت خواب کی حالت میں اور گلِ مذکور کو چھین لینا بھائیوں کا۔ پھر بنانا باغ و حویلی کا بیابان میں مفصل ظاہر کیا

اتنے میں بادشاہ کو تاج الملوک کی ماں یاد آگئی۔ بولے کہ تم نے میری تو آنکھیں گلِ بکاولی سے

رَوشن کیں اور اپنے دیدار سے دروازہ سُرور کا دلِ غمناک کے آگے کھول دیا۔ اب مجھ کو بھی لازم ہی کہ اُس دردِ انتظار کی ماری بیچاری تمھاری ماں کو یہہ مژدۂ جاں بخش پہنچاؤں اور اُس وادیٔ فراق کی پیاسی کو تمھارے آنے کی خوشخبری کا شربت پلاؤں ، یہہ کہہ کر بادشاہ اُٹھہ کھڑے ہوئے اور قلعۂ مبارک میں تشریف لائے۔ وہ نہیں تاج الملوک کی ماں کے پاس گئے اور ایّامِ گذشتہ کی بدسلوکیوں کا بہت سا عذر کیا۔ آگے سے زیادہ سرفراز فرمایا اور بیٹے کے آنے کا مژدہ دیا

ای عزیز! تیری عزت بادشاہ کی درگاہ میں

تیری خدمت کے موافق ہوگی۔ چاہئے کہ شاہزادے کی مانند کار شایستہ کرے تو تو محبت تیری شاہ کے دِل میں مؤثر ہو اور پیغام اپنی مُلاقات کا تجھے بھیجے بلکہ بے تابانہ خود ہی تجھہ پاس چلا آوے اور بے اختیار تیرا سر اپنی چھاتی سے لگاوے ، اگرچہ پہلے تو شاہ کے دیدار کے لائق نہ ہو لیکن آخرِ کار ایسے مقام میں اپنے تئیں پہنچاوے کہ وہاں تیرا کوئی شریک نہ ہوسکے پھر ایسا کام نہ کیجو کہ شاہزادوں کی مانند داغ لعنت اُٹھا اور کس و ناکس کو اپنے پر ہنسوائے

بارھویں کہانی بکاولی کے رخصت ہونے کی زین الملوک سے اور نامہ لکھنے میں تاج الملوک کو اور جواب بھیجنے میں اُس کے

جب زین الملوک اپنے دارالسلطنت میں داخل ہوا - بکاولی اُس سے رخصت ہو کر اپنے باغ میں آئی اور ایک اشتیاق نامہ تاج الملوک کے لئے لکھا - پھر اُس کو اُس کی انگوٹھی سمیت سمن روپری کو اکہ خفیہ اُس کے ساتھ تاج الملوک کی مجلس میں تھی حوالے کیا اور کہا جلد جا - جس وقت شہزادے کو کار و بارِ دُنیا سے فارغ اور تنہا پاے اِن دونوں کو اُس کے ہاتھ میں دے ، وہ اُڑ ناگن لیکر اُسی وقت اُڑی - ایک دم کے بیچ تاج الملوک کے محل میں آپہنچی اور کسی طرف گھات میں لگ رہی جب کہ تاج الملوک بکاولی کے دھیان میں اکیلے مکان کے اندر آبیٹھا - یہہ روبرو اُس کے جاکر آداب بجالائی اور وہ امانت حوالے کی ، شہزادے نے انگوٹھی کو پہچانا اور خط کھول کر پڑھا مضمون اُس کا یہہ تھا

نامہ بکاولی کا

سُخن ابتدا کر بنامِ خُدا
کہ ہی وہ مُبرّا ز چون وچرا

ستاروں سے رُوشن کیا آسماں
کئے جنّ وانساں زمیں پر عیاں

جمال و کرشمے پری کو دیئے
جلا یا دلِ آدمی عشق سے

پری پر دیا پھر اُسی کو شرف
کیا مائل اُس کو اُسی کی طرف

تُنک ایک اپنے پرتو کو لیلی پہ ڈال
ہوا مجنوں دیکھ اُس کا آپہی جمال

عیاں حُسن کوٗ بنکے شیریں کیا
ہی مِہر اُس کے جلوے کی ادنی ضیا
دیا عِشق کا دِل میں روٗشن کیا
ہی بعد اِس کے مبنٔ اسلام و پیام
تِری چشم و ابروٗ نے ای شوٗخ شنگ
اوٗر اُس زُلفِ پُر خم نے ای گلعذار
ہوئے ہیں دِل و جان خوں عِشق سے
غلط یہہ سُخن جگ میں ہی مُشتہر
جلوں ہوں میں تُجھ کوٗ خبر کُچھ نہیں
بِنا تیرٗے ماتم سرا ہی یہہ گھر
جُوا شربتِ وصل مُنْہ میں ذرا
کیا دِل تِرے غم نے اِیسا فِگار
میں ناسُفتہ گوٗہر ہوں ای خوش لقب
تو دریا ہی اوٗر میں ہوں تِشنہ جِگر
تِرے غم میں جی سے گُذر جاؤں گی

ہوٗ فرہاد پِھر اُس پہ شیدا ہوا
اُسی پر ہی بیتاب ذرّہ سدا
شعور اُس پہ پروانہ ہوٗ کر جلا
تُجھے ای شہِ خوبروٗ نیکنام
لگائے میرٗے دِل پہ لاکھوں خدنگ
کیا مِثلِ قُمری مُجھے طوٗقدار
جلے ہی دروں اوٗر بُروں عِشق سے
کہ ایک دِل کوٗ ہی دوسرے کی خبر
مِرے سوٗزِ دِل میں اثر کُچھ نہیں
نہ ہوٗ تو توٗ جنّت بھی ہوٗوے سقر
لبوں پر مِری جان ٹھہری ہی آ
ہوئے ایک ٹکڑے کے ٹکڑے ہزار
ہی الماس کی مُجھ کوٗ تُجھ سے طلب
بُجھا پیاس کوٗ میرٗی تُک آن کر
اگر تو نہ پہنچا توٗ مر جاؤں گی

ولے خوشی اُٹھوں گی بہ روزِ جزا
جواب اُس کا دیویگا تو کہا مجھے
نہ بول آگے بس ای زبانِ قلم

کہ ہونگے ترے لعلِ لب خوں بہا
جو پوچھو نگی کاہے کو مارا مجھے
دکھانے کو دل کے نہیں یہ بھی کم

غرض تاج الملوک نے مضمون نامے کا کہ ہر لفظ اُس کا بھرا ہوا شوق سے اور ہر ایک سطر اُس کی پرعشق کے ذوق سے تھی - دریافت کیا ۔ عشق کی آگ کہ سینے میں اُس کے دبی ہوئی تھی - بھڑکی سیماب کی مانند بیتاب ہو تڑپنے لگا - آخرش دل کی بیقراری کو تھام چار ناچار صبر کیا - پھر قلمِ فراق رقم کو پکڑا - ایک بند کاغذ کا اُٹھالیا اور نامے کا جواب یوں لکھنے لگا

جواب نامے کا

ای عاشقوں کی جلانے والی
تو سیمتنوں کی صف شکن ہی
ابرو تری آنکھ پر وہ خمدار
جادو ہی تری نگاہِ پنہاں
غنچہ ہی ترے دہن سے دل تنگ
روشن ہی تجھی سے چشمِ اُمید

ہی طرزِ جفا تری نرالی
تو عشق کی رہ میں راہ زن ہی
ہی منت کے پاس جیسے تلوار
یا برق برائے خرمنِ جاں
آگے ترے لب کے لعل بے رنگ
ہیں ذرہ نمط ہوں تو ہی خورشید

ای نازنین زہرہ جبین وای رشک افزاے بتانِ چین ! تیرے اشتیاق نامے کے مضامینِ آتش بار نے میرے اُستخوانوں کو برنگِ شمع جلادیا اور دلِ مہجور کو داغوں سے معمور کیا - شور وفغان سے حشر برپا ہوا - آہ کا دھواں چار طرف گھٹ گیا ای شمع شب افروز ! جو داغ تیرے عشق کی سوزِش سے میرے سینے مین پڑے ہین ہرگز نہ مٹینگے بلکہ جب تلک ماہ کے جگر مین کلف ہی تب تلک یہہ بھی چمکا کرینگے ، یہہ نجانیو کہ تیرا تصور میری آنکھوں سے کبھی وقت جاتا ہی یا تیری یاد میرا دل بھلاتا ہی ، کوئی گھڑی نہیں کہ جس مین مجھہ کو تیری جُستجو نہیں اور تیرے ملنے کی آرزو نہیں ، مین تو تیرا نام ہی سُنکر ایسا دیوانہ ہوا کہ آنکھوں سے راہ چلا جان کا خطرہ نہ کیا ، دیئوں سے کس کس طرح سے سازِش کی اور اُن کی گردن مین کمندِ محبت ڈالی تب کہیں تیرے جمالِ جہاں آرا کو تک دیکھا اور نمک دل کے زخم پر چھڑکا ، فی الجملہ میرے سینہ سوزاں کی وہ ایک چنگاری ہی جو تیرے دل مین جا پڑی یا میرے برقِ اشتیاق کی ایک تڑپ ہی جو تیرے خرمن کی طرف دوڑ گئی

بیت

ہی فیضِ عشق کی جو کشش یہہ جو ہی سینے مین	شراب ایک ہی لیکن دو آبگینے مین

مین کیا ہوں مجھہ سے کیا ہو سکتا ہی جذبہ تیرا ہی کام کا ہی

فرد

تا نہ ہو دِلبر کی جانب سے کشش عاشقِ بیچارہ کہہ کیا کر سکے

بس زیادہ اِس سے قلم کو اپنے راز سے آشنا نہ کیا چاہئے کہ کہہ گئے ہیں

مصرع

قلم بھی رازِ مشتاقاں میں ہیگا ایک نامحرم

والسلام، پھر خط کو لفافہ کر کے اپنی چشمِ سُرمہ سا نمناک کو بجائے مُہر اُس پر رکھا بعد اُس کے سمن روپری کے ہاتھ میں دیا اور زبانی بھی پیغام بہ اشتیاقِ تمام بہت سے دیئے۔ آخر وُہ رُخصت ہوئی اور بکاولی کے پاس آن پہنچی، جواب نامے کا حوالے کیا اور زبانی بھی جو احوال سُنا تھا سو کہہ سُنایا

تیرھویں حکایت تاجُ الملوک کے جانے کی بکاولی کے پاس اور قید پڑنے میں بکاولی کے اپنی ماں کے ہاتھ سے اور آوارہ ہونے کی تاجُ الملوک کے

القصّہ جب بکاولی نے تاجُ الملوک کا اشتیاق اپنے سے دونا پایا اور صبر و قرار طرفین کا بدون وصال کے مُحال نظر آیا تب سمن رو سے کہا کہ حمّالہ کو جلد حاضر کر، وُہ سُنتے ہی اُٹھ دوڑی۔ پل مارتے جا پہنچی، حمّالہ اُس کو مضطرب دیکھ کر پوچھنے لگی۔ ای بھینا! خیر ہے ایسی گھبرائی ہوئی کیوں آئی ہو؟ وُہ بولی خیریت ہی لیکن بادشاہزادی نے

تمھیں یاد فرمایا ہی - دیر نہ کرو - شتابی چلو -

حمالہ ہر برا کر اُٹھہ کھڑی ہوئی اوٗر غیر وقت کے بلانے سے بید کی مانند کانپتی آئی ، کیا دیکھتی ہی کہ بکاولی کی نرگس چشم فراقِ یار سے بیمار ہی اوٗر ہر مژہ فوّارے کی مانند اشکبار ماتم زدوں کی سی صورت اُس عشرت کدے میں بنائے بیٹھی ہی ، آداب بجالا سر سے پاؤں تلک بلائیں لے کہنے لگی ای یاسمنِ چمنِ نشاط ! وای نسترنِ گلبنِ انبساط ! تیرا غنچۂ دل ایسا کیوں تنگ آیا جو تو نے اپنا یہہ رنگ بنایا ؟ کاہے کو ایسے چپکی چپکی روتی ہی کس لئے پھول سے مکھڑے کو گرم گرم آنسوؤں سے دھوتی ہی ؟ تیری آئی بلا میرے جی کو لگے - تو ہمیشہ ہنسی خوشی رہے خدا کے واسطے کچھہ بات کر بول اپنے دل کے بھید کو مجھہ پر تو کھول

یہہ سُنکر بکاولی نے کہا ای پھپھر ولّالہ کٹنی ، کیوں باتیں بناتی ہی - جان بوجھہ کر بھولی ہوئی جاتی ہی ، یہہ تیری ہی آگ لگائی اوٗر بلا لائی ہوئی ہی - اِن ہتّے بازیوں سے ہاتھہ اُٹھا اوٗر اپنی لگائی کو بجھا ، یہہ کرتوت تیرے داماد کی ہی یا کسی اوٗر کی اوٗر اُس کو یہاں تک تو نے پہنچایا یا کوئی اوٗر لایا ؟ غرض میرے پردۂ ناموس میں رخنہ اُسی کے ہاتھہ سے پڑا اوٗر ننگے کھلے اُسی نے مجھے دیکھا - اگر اپنا بھلا چاہتی ہی

تُو جلد جا اَوْر اُسے مجُھ تلک لا

حمّالہ یہہ بات سُنکر ہنس پڑی اَوْر کہنے لگی کہ وُہ وُہ تُم نے

اِتنی ہی بات کے واسطے رَوْ رَوْ مُہنہ سُجایا ہی اَوْر اپنا یہہ روپ بنایا ہی - لو

اُٹھو ہاتھہ مُہنہ دھوؤ ہنسو بولو - اُس کالا ناکتنا کام ہی - میں ابھی کان پکڑ کر لے

آتی ہوں اَوْر ایک آن میں تم سے مِلاتی ہوں ، آخر وہ لنکا شہر قبستان کی طرف

دوڑی گئی - بات کی بات میں تاج الملوک کے پاس جا پہنچی اَوْر مُسکرا کر کہنے لگی اُٹھہ

رے اَوْ پتنگے ! اُٹھ چل - تجُھے تیری شمع نے یاد کیا ہی یہہ سُنتے ہی شہزادہ

بے اختیار اُس کے پاؤں پہ گِر پڑا حمّالہ نے اُس کا سر اُٹھا چھاتی سے لگایا پھر کاندھے

پر بٹھا کر بکاولی کے مُلک کا رستا لیا

اِس اثنا میں جمیلہ خاتون کے کان کہیں یہہ بھنک پڑی

کہ تمھاری بیٹی بیروگن سی بن گئی ہی - شاید کسی آدم زاد پر وُہ پریزاد دیوانی ہوئی ہی

، اِس بات کے تحقیق کرنے کو وُہ بکاولی کے پاس آئی اَوْر آثار عشق کے اُس میں

دیکھہ کر بہت جھنجھلائی ندان اپنا مُہنہ پیٹ کر بولی اری کُواری ٹھنکاری ! تو اتنی ہی

ناپید ہو یہہ کِس کے پیچھے بیروگ لیا ہی اَوْر کِس لئے یہہ جوگ سادھا ہی ! پریوں کا

ننگ ناموس تو نے کھویا اَوْر کُل کا نام ڈبویا !

اُس نے ان باتوں کو سُنکر کانوں پر ہاتھ رکھہ لئے

۔ صاف مکر گئی قسمیں سخت سخت کھانے لگی ۔ نِدان ماں کے پاؤں پر گر کر کہنے لگی ۔ میں نے

تو عِشق کا نام آج تک نہیں سُنا اور آدمی کو خواب میں بھی نہیں دیکھا ، سچ بتاؤ کس نے

یہہ طوطیا باندھا اور تم سے کون کہہ گیا ؟ نہیں تو میں اپنا خون کروں گی اور جان دوں گی ،

یہہ حالت اُس کی دیکھہ کر ماں ہی تو تھی دل میں پگھل گئی پر ظاہر میں رُکھائی سے بولی چل

چُپ رہ اِتنے چھنال گھنگوٹے مت کر تینسوے مت بہا

اِتنے میں حمالہ اُس مُشتاق کو وہاں لے پہنچی اس مِن رو

پری تو محرمِ راز تھی ہی وونہیں اُس نے اِشارت سے جتا دیا کہ وہ مُسافِر بھی آن پہنچا

شہزادی نے بھی اِشارے سے کہا کہ ایک مکانِ محفوظ میں چھپا رکھو ، غرض پہر رات

گئے تک تو بکاولی چار و ناچار اپنی ماں کے پاس بیٹھی رہی نِدان وہ پلنگ پر جاکر سو رہی

جب بکاولی نے دیکھا کہ خوب غافل ہوئی تب وہاں سے اُٹھی اور دبے پاؤں چلی ،

دِل خوف سے دھڑکتا تھا اور جی شوق سے پھڑکتا تھا

قِصّہ کوتاہ اُسی صورت سے شہزادے کے پاس آپہنچی ۔ اُس کی نِگاہ جونہیں اُس

سراپا ناز پر پڑی ہوش سے جاتا رہا ۔ غش ہو کر گر پڑا تب تو یہہ ہڑبڑا کر دوڑی ۔

اُس کا سر اُٹھا اپنے زانو پر رکھ لیا ۔ مُنھ سے مُنھ ملنے لگی اور گال سے گال رگڑنے

اُس غنچہ دہن کے مُنہہ کی باس کہ بہتر از گلاب تھی سونگتے ہی شہزادے کو قوّت آگئی ہوش میں آیا ۔ آنکھیں کھول دیں ۔ سر کو اپنے اُس زُہرہ جبین کے زانو پر دیکھا ۔ بخت کے کوکب کو اوج پر پایا ۔ خوش و خرّم اُٹھ بیٹھا ۔ پھر تو پیار کی آنکھ طرفین سے پڑنے لگی یہاں تلک کہ ٹکٹکی بندھ گئی آخر شراب شوق کا پیالا چلنے لگا ۔ نشۂ اشتیاق دونوں کو چڑھا پردہ حجاب کا بیچ سے اُٹھ گیا ۔ چالاکی و بیباکی کا بازار گرم ہوا ۔ شرم و حیا نے کنارہ کیا ۔ بدان جامِ وصال دونوں نے پیا اور آتشِ فراق کو ٹھنڈھا کیا

ابیات

ہزار افسوس پھر یہہ چرخ پُر نور
کرے ہی مشتری سے ماہ کو دور

جہاں دو شخص بیٹھے مِلکے ایک جا
وہیں سنگِ جُدائی اُس نے پھینکا

جو دے تنگ دل میں نورِ آشنائی
تو بخشے اُس کو سو داغِ جُدائی

غلط ہی یہہ کہاں اُس میں وفا ہی
کہاں میں اُس کی بس تیرِ جفا ہی

اتفاقاً جمیلہ خاتون آدھی رات کے وقت چونک پڑی چاندنی کی بہار سے باغ بھی اُس وقت نورِ باغ بن رہا تھا ۔ بے اختیار اُٹھ کھڑی ہوئی اور سیر کرنے لگی ناگاہ اُس جگہہ جہاں وے دونوں خوابیدہ بخت لیٹے ہوئے بیخبر سوتے تھے جا نکلی ۔ اُس حالت کو دیکھتے ہی اُس کی آتشِ غیرت کا شعلہ بھڑکا غصّہ روکا نہ گیا ۔ بدان تاج الملوک کو

مانندِ سنگِ فلاخن کے طِلسم میں پھینکا اور بکاولی کے گُل رُخسار کو طمانچوں سے گُلِ ارغوان بنا دیا بعد اُس کے گُلستانِ ارَم میں (کہ اُس کے باپ کا تخت گاہ تھا) اپنے ساتھ لے گئی اور جو اپنی آنکھوں دیکھا تھا سو فیروز شاہ سے کہا اُس نے کتنی پریاں خوش بیان چرب زبان اُس شمع رو کی مصاحبت میں مُقرّر کیں کہ اُس کو نصیحت کیا کریں اور اِنسان کا نقشِ اُلفت اُس کے لوحِ دِل سے دھوا کریں۔ چُنانچہ وہ اُسی کام میں دِن رات مشغول تھیں لیکن بکاولی کے عِشق کی دبی دبائی آگ اُن کی باتوں سے سُلگ اُٹھتی تھی۔ شُعلۂ اِشتیاق دونا بھڑک جاتا تھا۔ دِن تو ہر کِسی کے ساتھ بیٹھ کر کاٹتی اور رات بھر یار کے خیال میں اکیلی جاگتی اور یہہ اشعار اپنے حسبِ حال پڑھتی

اشعار

نہ کوئی ہو جیو یہاں مجھ سا مُبتلائے فِراق
گذر گئی ہی مری عُمر در بلائے فِراق

غریب و عاشق و بیدِل فقیر و سرگرداں
اُٹھا چکے ہیں سبھی رنج داغہائے فِراق

فِراق کو تیری فُرقت کا مُبتلا یہہ کروں
کہ صِرف خونِ جگر روئیں دیدہ ہائے فِراق

کِدھر فِراق کہاں میں کہاں کے رنج و تعب
فلک کے ہاتھ سے اب ٹوٹ جائے پائے فِراق

میں داد پاؤں کہاں کیا کروں کہوں کِس سے
فِراق کو کوئی ہیگا جو دے سزائے فِراق

ملے فراق مجھے گر تو جان سے ماروں	سرشک دیدہ سے بھردوں میں خوں بہائے فراق
یہہ بیدلی ہی کہ حافظ کے اوٗر میرے مُنہہ سے	برنگِ مُرغِ سحر نکلے ہی صدائے فراق

جب پریوں نے اُس کے مزاج میں دِن بہ دِن سودے کوٗ بڑھتے پایا جاناکہ عشق نے اِس کے دِل میں گھر بنایا۔ ناچار ہوٗ فیرٗوز شاہ سے عرض کیا کہ ہم نے اپنا بہتیرا مغز پھرایا پر فائدہ کچھہ نہ پایا۔ وُہ کِسی طرح نہیں سمجھتی پتّھر کوٗ جونک نہیں لگتی خبر شرط تھی سوٗ کی آگے جوٗ ارشاد۔ فیرٗوز شاہ نے اِس ماجرے کوٗ سُنکر جاناکہ بیتی ہاتھہ سے جا چکی نصیحتیں مُطلق نہیں سُنتی تب طِلسمات میں قید کیا اوٗر اُس سیم تن کے پانوٗ میں لوٗہے کی زنجیر کوٗ بھر دیا

چوٗدھواں قصّہ تاجُ المُلوک کے دریاے مُحیط میں پڑنے کا اوٗر سلامت پُہنچنے کا وہاں سے بیابان میں اوٗر تبدیل ہوٗجانے میں صورت اصلی کے

کہتے ہیں کہ جب جمیلہ خاتوٗں نے شہزادے کوٗ ہوا پر پھینکا تب وُہ ایک دریاے عظیم میں جا پڑا اوٗر اُس کے تلاطُم سے تہ و بالا ہوٗنے لگا کبھی موتی کی مانند نیچے جاتا اوٗر کدھی کفِ دریا سا پانی پر تیر آتا۔

بعد چند روٗز کے کنارے پر پہُنچا سچ ہی کہ عاشقوں کی جان تلک عزرائیل کا ہاتھہ یک بہ یک

نہیں پہنچتا اور موت کا پنجہ اُس کے مرغ روح کی گردن دفعتہً مروڑ نہیں سکتا کوئی رمق جانِ بیقرار باقی رہی تھی - تری سے خشکی میں آیا - آفتاب کی گرمی سے ہاتھ پانو کھلے حرکت کے قابل ہوے اور بدن میں زور پیدا ہوا اُٹھکر تنک آگے بڑھا سامھنے ایک جزیرہ دکھائی دیا - اُس میں جا وارد ہوا اقسام میوہ دار درخت اُس میں تھے - اِدھر اُدھر پھرنے لگا

اتنے میں ایک ایسا باغ نظر آیا کہ اُس کے درختوں کے پھل آدمیوں کے کلّے تھے جوں یہہ اُن سے دوچار ہوا - وے پھل کھلکھلا کر ہنس پڑے پھر سب کے سب زمین پر گر پڑے بعد ایک ساعت کے اور کلّے اُن شاخوں میں پیدا ہوئے شاہزادہ یہہ تماشا خدا کی قدرت کا دیکھ کر نہایت حیران ہوا بلکہ ڈرا اور وہاں سے آگے بڑھا ایک باغ انار کا ملا اُس میں ہر ایک انار گھڑے کی مانند تھا - تاج الملوک نے ایک انار توڑ کر جو چیرا اُس میں سے چھوٹے چھوٹے پرندے خوشرنگ نکل پڑے پھر سب کے سب چڑیوں کے جھنڈ کی طرح اُڑ گئے

شہزادہ یہہ صنعت خالق کی دیکھ کر اور بھی دنگ ہوگیا علیٰ ہذا القیاس ایسے ایسے عجائب و غرائب چند روز تک دیکھا کیا

غرض اُس سرزمین میں جہاں تہاں ایک نیا ہی تماشا نظر آتا ۔ کسی طرح اپنی رہائی
وہاں سے نہ دیکھی تو نہایت بہ تنگ ہو کر ہر طرف سے لکڑیاں جمع کیں ۔ پُشتارا
باندھا پھر خدا کا نام لے دریا میں ڈال اُس پر چڑھ بیٹھا ۔ بعد کئی روز کے ایک کنارے
پر جا لگا تب وہاں سے اُتر کر آگے چلا کہ ایک بیابانِ ہولناک میں جا وارد ہوا ۔
شام کے وقت درندوں کے ڈر سے کسی پیڑ پر چڑھ بیٹھا پہر ایک رات گئی ہو گی
کہ ایک سنّاٹے کی آواز دکھن کی طرف سے اُس کے کان میں پہنچی ہر چند شاہزادے
نے داہنے بائیں دیکھا لیکن کچھ نظر نہ آیا ۔ آخرش ایک اژدہا پہاڑ سا نمود ہوا اور اُسی
درخت کے تلے کہ جس پر شہزادہ تھا آیا

اُس کی صورت دیکھتے ہی اُس کے
تو حواس اُڑ گئے ۔ درخت کی ڈالی سے لپٹ کر دم بخود ہو رہا ۔ بعد ایک ساعت کے
اُس اژدہے نے ایک کالا اپنے مُنہ سے نکالا اور اُس نے ایک منِ آفتاب
سا چمکتا ہوا اُگلکر اُس درخت کے نیچے رکھ دیا ۔ اُس کی روشنی سے چار سو کوس
کے عرصے تک جتنے جنگل پہاڑ تھے روشن ہو گئے اور سارے وحوش و طیور اُس کے
آگے آ کر ناچنے لگے ۔ آخر مدہوش ہو کر گر پڑے تب وہ اُن کو دم کی کشش سے کھینچ کھینچ
نگلنے لگا یہاں تک کہ اُس کا پیٹ بھر گیا ۔

بعد اُس کے سانپ من کو نگل گیا اور وہ سانپ کو پھر جدھر سے آیا تھا اُدھر کی راہ لی،
شہزادے کے جی میں یہہ لہر آئی کہ ایسی تدبیر ٹھہرایئے جو یہہ من ہاتھ لگے، عقل دوڑانے
لگا آخر سوچتے سوچتے صبح ہو گئی پھر دریا کی طرف گیا اور وہاں سے ایک بڑا سا
لونداکیچڑ کا اُٹھا لایا اور شام کے وقت درخت پر چڑھکے اُسی طرح بیٹھہ رہا، اژدہا
بھی اپنے وقتِ معیّن پر آ پہنچا اور بدستور سانپ کو مُنہ سے اُگل دیا اور اُسنے
من کو شہزادہ گھات لگائے بیٹھا تھا اُس ڈول سے اُس گِلِ حکمت کا لوندا
من کے اوپر ڈالا کہ گِلِ حکمت کر دیا۔ تمام جنگل اندھیرا ہو گیا۔ ہاتھہ کو ہاتھہ سوجھنے سے
رہا تب اژدہا اور سانپ سر پٹک پٹک مر گئے،

شہزادہ اتر کے اُس پیڑ سے اُتر

اُس مُہرۂ نورانی کو کیچڑ کے تلے سے نکال اپنی کمر میں باندھا اور آبادی کے توقّع پر
آگے چلا، تمام روز تو رواروی میں کٹتا۔ رات کو کسی درخت پر چڑھہ رہے غرض دن
رات یونہیں بسر کرتا تھا

اِتفاقاً ایک رات یہہ جس درخت پر چڑھا ہوا بیٹھا تھا۔ اُسی پر ایک بولتی ہوئی
مینا کا گھونسلا بھی تھا، وہ اپنے بچوں کو اکثر نقلیں کہانیاں سُنایا کرتی تھی اور ہر ایک
فن کی گُنہیں بتایا کرتی اِس لئے کہ کان پڑی بات ایک نہ ایک دن کام آرہتی ہے

اُس رات بچّوں نے کہا اماں! کوئی بات اِس بیابان کی تو کہو ۔ مینا بولی کہ اِس جنگل میں گنج بیشمار جا بجا گڑا ہی اور اِس کے سوا یہاں سے دکھن کی طرف ایک حوض کے کنارے ایک بڑا درخت ہی کہ سِراجُ القرطب اُس کو کہتے ہیں ۔ اگر کوئی اُس کے پوست کی ٹوپی پہنے تو وہ کسی کو نظر نہ آوے اور وہ سب کو دیکھے لیکن اُس تک کوئی پہنچ نہیں سکتا کیوں کہ اُس کا ایک بڑا سانپ نگہبان ہی اُس پر تلوار و تیر کچھ کارگر نہیں ہوتا

بچّوں نے پوچھا کہ پھر کِس طرح کوئی وہاں پہنچے ؟ مینا نے کہا ایسا کوئی جوانمرد ہو جو ہر بڑا نہ جاوے اور ہمّت باندھے ہوئے اُس حوض کے کنارے تک اپنے تئیں پہنچاوے جب وہ سانپ لپک کر اُس پر آوے تب وہ حوض میں کود پڑے وہیں اُس کی صورت کوّے کی سی ہو جاویگی ، اُس کا اندیشہ نہ کرے اور اُڑ کر اُس درخت کی پچّھم طرف کی ڈالی پر جا بیٹھے اُس میں کتنے لال سبز پھل لگے ہیں اگر ایک لال پھل توڑ کر کھا جائے تو پھر اپنی صورت اصلی پر آجائے اور سبز پھل کی یہہ خاصیت ہی کہ جو اُس کو سِر پر رکھے تو کوئی حربہ بدن پر اثر نہ کرے ۔ اگر کمر میں باندھے تو ہوا پر اُڑتا پھرے اور اُس کے پتّوں کا خواص یہہ ہی کہ جس زخم پر انھیں رکھئے فوراً بھر آوے ۔ اگر اُس کی

لکڑی ہزار من لوہے کے قفل کو ذرا چھواوے تو فی الحال کھل جاوے

تاج المُلوک سے یے عجیب و غریب باتیں

سُنکر اُس درخت کا مُشتاق از حد زیادہ ہوا - صُبح ہوتے ہی اُسی پتے پر چلا -
بہر صورت اپنے تئیں اُس حوض تک پہنچایا سانپ بھی اِس کو دیکھتے ہی لپکا پر
شہزادہ مطلق نہ جھجھکا - حوض میں کود ہی پڑا پھر کوّا ہو کر اُس درخت کی اُسی میوہ دار
ڈالی پر جا بیٹھا اور ایک لال پھل کھا پھر جیسے کا تیسا ہو گیا ، بعد اُس کے کچھ ایک
ہرے پھل توڑ کر کمر میں باندھے اور ایک لکڑی بھی لاٹھی کے مُوافق لے لی - پھر
تھوڑی سی چھال کہ جس میں تونبی بنے اور کچھ پتّے لے کر وہاں سے اُڑا بعد چند روز
کے جنگل سے باہر نکلا - آثار آبادی کے دکھائی دئے تب ایک نوک دار لکڑی لیکر
اپنی ران کو چیرا اور کالے کا من اُس میں رکھ کر وہی پتّے زخم پر دھر دئے - فوراً اچھا
ہو گیا پھر وہاں سے آبادی کی راہ لی

پندرھویں داستان پہنچنے میں تاج المُلوک کے ایک حوض میں اور اُس میں غوطہ مار کر مُتبدل ہونا اُس کی صورت کا

نقل ہے کہ تاج المُلوک ایک سنگِ مرمر کے حوض پر جس کی چار طرف رنگ
برنگ کے پھول پھولے ہوئے تھے - جا پہنچا ، وہ سُہانی جگہ اور ٹھنڈی چھاؤں دیکھ

شاہ زادہ ایک آن کی آن سو گیا جب آنکھ کھلی اور پانی کی صفائی ملاحظہ فرمائی توپی
اور عصا ایک درخت کے نیچے رکھ کر اُس میں اُترا اور غوطہ مارا۔ جونہیں پانی
سے سر باہر نکالا تو اُس مکان اور حوض کو نہ پایا بلکہ ایک شہر کے مُتّصِل جا پہنچا
سوا اُس کے دیکھتا کیا ہی کہ علامت مردی کی جاتی رہی اور صورت عورتوں
کی سی ہو گئی، گُل سے رُخسارے کہ خط سبز سے سبزہ زار تھے۔ یاسمیں
کی مانند مُصفّا ہو گئے اور صندل سی چھاتی پر انار سی کچیں نمود ہوئیں

تاج الملوک اِس آفتِ ناگہانی سے
نہایت گھبرایا پر سوائے صبر کے اور کچھ تدبیر نہ سوجھی۔ لاچار شکیبائی اختیار کی
اور ایک جاگہہ شرمندہ ہو کر بیٹھ گیا، اِس میں ایک جوان وہاں آنکلا۔ دیکھا
اُس نے کہ ایک رنڈی نوجوان پاکیزہ رو بیٹھی ہی۔ اگر اُسے حور کہئے تو روا ہی
اور پری سمجھئے تو بجا ہی، غرض جوان کا دِل اُس پر آہی گیا۔ پوچھا کہ ای
نازنیں! تجھ پر ایسی کیا آفت پڑی جو تو اِس ویرانے میں آبیٹھی؟ اُس نے
کہا۔ میرا باپ تاجر تھا جہاں کہیں تجارت کے واسطے جاتا مجھ کو اپنے ساتھ ہی رکھتا
اکل اِس جنگل میں قافلے سمیت آ اُترا تھا۔ آدھی رات کو ڈاکا پڑا۔ سب مال لُٹ گیا
۔ وہ رفیقوں سمیت مارا پڑا تمام قافلے کے لوگ اپنی اپنی جان لیکر بھاگ گئے فقط میں ہی

اِس ویرانے میں بیکس رہ گئی اب یہاں نہ کہیں رہنے کا ٹھکانا ہی نہ تھا ؤں

اوٗر نہ بیٹھنے کی طاقت نہ چلنے کو پاؤں

جوان نے کہا اے نازنیں! اگر تو مجھے

قبول کرے تو میں تجھے اپنے گھر لیچلوں اوٗر صاحِب خانہ کر کے رکھوں، اُس کی

بھی آتشِ شہوت جوان کے دیکھنے سے شُعلہ زن ہوئی تھی اِس بات پر راضی

ہوٗکر اُس کے ساتھ گیا اوٗر اُس کی جورو بنا لیکن اِس وارِدات عجیب سے کبھی

ہنستا کبھو روتا۔ ہر طرح سے اپنے دِن کاٹتا، اِس اثنا میں حمل نمود ہوا۔ بعدِ اِنقضائے

ایّامِ معہود لڑکا جنا، چالیسویں روز ایک حوض میں کہ اُس کے گھر سے نزدیک تر

تھا۔ جا کے ایک غوطہ مارا۔ جوٗنہیں سر اُٹھایا تو دیکھا نہ وہ سرزمین ہی اوٗر

نہ وہ صورت۔ خُدا کی قدرت سے اپنے تئیں ایک حبشی جوان کی شکل دیکھا

کہا الحمدللہ اگرچہ جمالِ اصلی تو نہیں مِلا لیکن

عوٗرت سے پھر مرد تو ہوا غرض اِسی خیال میں تھا کہ ناگاہ ایک زنگی کل مُنہی

اوپر کا ہوٗنٹھ اُس کی ناک کی پھنگ سے لگا ہوا اوٗر نیچے کا ٹھوڑی کے تلے پڑا ہوا۔ کان

شانوں تلک۔ چوچیاں رانوں تلک سر کھولے جیبھ سے ہوٗنٹھ چاٹتی ہوئی بھتنی

سی نمود ہوئی اوٗر اُس کی کمر پکڑ کر پکار اُٹھی کہ اے بے حمیت تین دِن سے لڑکے

بھوکھے پیاسے مرتے ہیں اور میں تیری تلاش میں سرگردان بھٹکتی پھرتی ہوں۔
کہاں چھپ رہا تھا۔ بھلا جو ہوا سو ہوا دو تین روز کی لکڑیاں تو لا کہ اُن کو بیچ کر لڑکے بالوں
کے کھانے کو لاؤں، تاج الملوک نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا کہ بار خدایا کب
تک مجھ کو اِس عذاب میں گرفتار رکھیگا، ابھی دیو کے ہاتھ سے چھوٹ کر دم
نہیں لیا کہ ایک بلا کے پنجے میں پھنسا، قصہ کوتاہ۔ وہ ناپاک کشاں کشاں اپنے گھر
لے گئی۔ چار طرف سے لڑکوں نے آگھیرا کہ بابا! ہمارے واسطے کیا لائے؟ شہزادہ
چپکا ایک ایک کا مُنہ تکنے لگا، اِتنے میں اُس چڑیل نے ایک کلھاڑی لا تاج الملوک
کے ہاتھ دی کہ جا لکڑیاں کاٹ لا،

شہزادہ اِس فرصت کو غنیمت سمجھا۔ جنگل
میں گیا لیکن اُس طلسمات عجیب کی حالات سے حیران تھا۔ ہزار ان دِل میں سوچا
کہ دو بار حوض میں غوطہ مارنے سے ایک صورت دوسری صورت کے ساتھ
تبدیل ہو چکی ہی۔ تیسری دفعہ بھی اِمتحان کیجئے اور دیکھئے کہ اب کے کیسی شکل
بنتی ہی، پھر ایک حوض میں جا کر غوطہ مارا جب سِر نکالا اپنے تئیں صورتِ اصلی میں
پہلے حوض کے کنارے پر پایا۔ لاٹھی اور ٹوپی کو جہاں کی تہاں بلا تفاوت رکھے ہوئے
دیکھا۔ سجدے شکرِ الٰہی کے بجا لایا اور دِل میں ٹھہرایا کہ اب کسی حوض میں غسل نہ کیجئے

بلکہ ہاتھ بھی نہ ڈالئے، یہہ ٹھان کر لاٹھی ہاتھہ میں لی اور توپی سر پر رکھّی پھر وہاں سے

روانہ ہوا

ای یار تنک کان دھر کہ حق تعالی نے

بنی آدم کے سِر پر کرامت کی توپی پہنا اور عظمت کا عصا اُس کے ہاتھہ میں پکڑا طلسم

گاہ دُنیا میں کہ مزرعِ آخرت ہی - عاقبت کی تکمیل کے لِئے بھیجا، پس اِنسان کو چاہئے

کہ گُل و خار و آب و سُراب اُس کا خوب طرح پہچانے - ہر ایک باغ کے پھول کو

نہ سونگھے - ہر ایک نہر سے گھڑا نہ بھرے کہ یہاں کانٹے گُل سے رنگین اکثر ہیں اور

سُراب بہ صورتِ آب جِدھر تدِھر، ای عزیز! اگر گوہر دُنیا کے لینے کے واسطے

چشمۂ جہان میں غوطہ ماریگا - مُقرّر اُس کلاہ اور عصے کو کھو دیگا - عاقبت کی

نِعمتوں کو ڈبو دیگا - بہ حُکمِ اِس بات کے کہ طالبِ دُنیا مؤنّث ہیں تیرا پیکرِ معانی

جو مانند مردِ کامل ہی بہ صورتِ زنِ ناقِص العقل کے ہو جائیگا پس اُس وقت

سِوائے شکیبائی کے کُچھ چارہ نہیں چاہئے کہ دم بخود ہو کر تو پھر دریائے ذِکرِ الٰہی میں

غوطہ مارے - بعد اُس کے جو سِر نِکالیگا تو وہی عصا ہاتھہ میں اور وہی توپی

سر پر دیکھیگا

سولھویں داستان پہنچنے میں تاج الملوک کے دیو سیاہ پیکر کے

مکان پر اور ملنے میں بکاولی کی چچازادی بہن روح افزا سے اور دیو مذکور کی قید سے اُس کے چھڑانے میں اور جزیرۂ فردوس کے بیچ اُس کے ساتھ پہنچنے میں

سخن کا نقّاش اِس حکایت کی تصویر صفحۂ بیان پر یوں کھینچتا ہی جب کہ تاج الملوک نے بے صدمے اُٹھائے - پھر زمین پر پانو رکھنا چھوڑ دیا سبز میوے کی قوّت سے جب تک کہ جی چاہتا ہوا ہی پر جاتا ، ایک روز ایک ایسے پہاڑ پر گذرا کہ کوہِ قاف بھی اُس کے آگے ایک پُشتہ سا نظر آتا اور بیستون اُس کے ایک پتھر کے صدمے سے روز اساپس جاتا - اُس پر ایک سنگین حویلی نہایت بلند نظر آئی ، شاہزادہ تفتیشِ حال کے لئے اُس میں گیا - ہر چند پھرا لیکن ذی حیات کا اثر بھی وہاں نہ دیکھا تب ہر ایک مکان کو ڈھونڈھنے لگا ، ناگاہ ایک آوازِ دردناک اُس کے کان میں پہنچی - وہاں جاکر دیکھا تو ایک عورت حسین (جِس کے حُسن کی صفائی پر نظر پھِسلی جاتی ہی بلکہ اُس کے دیکھنے سے مورچھا گت چلی آتی ہی) پلنگ پر لیٹی ہوئی ہچکیاں لے لے روتی ہی ، شہزادے نے ٹوپی سر سے اُتار کر اُسّے پوچھا کہ ای آرامِ جان ! اِس جوانی کے عالم میں تیری جدائی تیرے عاشقِ بے دِل کے دل پر ایک ستم ہی اور تیرے تریاقِ وصل سے دوری اُس کے حق میں سم ، تو نے اُس سے

کنارا کبوں پکڑا اوٗر داغ فراق کا اُس بیچارے مشتاق کے دِل پر کس واسطے رکھا ہی؟ وُہ نازنین یہہ کلامِ رِندانہ سُنکر بہت لجائی اوٗر اِس جھینپ جھاپ کی باتوں سے نہایت شرمائی - پھر دوپٹّے کا انچل مُنہہ پر لیکر بوٗلی ارے! توٗ کوٗن ہی مگر متلاشی عزرائیل کا ہی - بھاگ نہیں توٗ ابھی مارا پڑیگا

تاج اُلمُلوک بوٗلا کہ اگر میرے سر کی (جوٗ فی الحقیقت میرے نزدیک ایک بار ہی) تجھے رغبت ہوٗ توٗ حاضر ہی اوٗر جوٗ کِسی دُشمن سے ڈراتی ہی توٗ ہرگز مَیں نہیں ڈرتا

بیت

نہیں ڈرتا مَیں مرنے سے ڈراتی ہی توٗ کیا مُجھ کوٗ	کہ جی پر کھیلنا ہی سہل رِندِ لاو بالی کوٗ

بہر حال مُجھے اپنے احوال سے مطلع کر، اُس زُہرہ جبین نے سر اُٹھاکر کہا کہ مَیں پری ہوں اوٗر نام میرا روح افزا ہی، مظوٗر شاہ تخت نشین جزیرہ فردوس کا میرا باپ ہی، ایک دوٗز مَیں اپنے چچا کی بیٹی کی عیادت کے لئے (کہ نام اُس کا بکاولی ہی) گُلستانِ اِرم مَیں گئی تھی - پھرتے ہوٗئے ایک دیوٗ سیاہ روٗ نے راہ مَیں مُجھے پکڑا اوٗر یہاں لے آیا، اب مُجھ سے نزدیکی کیا چاہتا ہی اوٗر مَیں دوٗر بھاگتی ہوں اِس واسطے مُجھ کوٗ نئی نئی وضع سے ستاتا ہی اوٗر ہر روٗز ایک آفتِ تازہ میرے

سر پر لاتا ہی

یہہ سُنکر تاج الملوک نے پوچھا کہ تیرے

چچا کی بیٹی کو کیا مرض ہی ؟ کہا اُس نے وُہ کسی آدم زاد سے عشق رکھتی تھی مگر

مدّت کے بعد اُس سے وُہ بہ ہزار خرابی ملا تھا ایسا بجوگ پڑا کہ پھر جُدا ہو گیا۔ اب

اُس کے فراق میں وُہ رشک لیلی مجنوں کی مانند دِوانی ہو رہی ہی اور اپنی جان

شیریں کو اُس فرہاد وقت کے غم میں کھو رہی ہی۔ کچھ اِس کا تدارک ہو نہیں

سکتا۔ اِسی لئے میرے چچا نے اُس کو قید کیا ہی اور بہ ناچاری اُس کی

اذیت کا صدمہ اپنے دل پر لیا ہی

اِس ماجرے کو سُنکر شاہزادے کی حالت

تغیر ہو گئی۔ آنکھیں بھر آئیں۔ آہیں لب پر آئیں۔ دِل و دماغ میں خلل ہو گیا۔ چہرہ

مُتبدّل ہو گیا روح افزا نے یہہ حالت دیکھ کر کہا باوجود اِن گرمیوں کے موجب آہِ سرد کا

کیا ہی ؟ شہزادہ بولا میں وُہی گرفتارِ بلائے دوری ہوں جِس کی مہجوری سے

تیرے چچا کی بیٹی کی وُہ گت بنی ہی۔ اُدھر اُس کا قید میں دِل گھبراتا ہی

اِدھر میرا آوارگی میں جی جاتا ہی

غرض شاہزادے نے اپنا تمام قصّہ روح افزا کے آگے کہا۔ وُہ سُنکر نہایت مُتعجّب

ہوئی

ہوئی اور دونوں کی محبت پر ہزار ہزار آفرین کی، بعد اِس کے کہنے لگی اگر میں اِس دیو کی قید سے نجات پاتی تو تیرے جگر کے زخم پر مرہم خواہ مخواہ لگاتی، شہزادے نے کہا اب تجھ کو کون روک سکتا ہی۔ اِس قید خانے سے ابھی نکل جس طرف چلا چاہتی ہی شوق سے چل مگر اُس موذی کا تیرے دِل میں ڈر ہی ا۔ تو دیکھ لیجو کہ ایک ہی حملے میں میں اُس کا کیا حال بناتا ہوں اور اُس کے پہاڑ سے ڈیل کے کیسے پرزے اُڑاتا ہوں لیکن اندیشہ یہہ ہی کہ میرے پاس کوئی حربہ نہیں تب روح افزا نے دیو کا سلح خانہ اُس کو بتادیا، اُس نے بھی وہاں جاکر ایک تیغا آبدار اُٹھالیا اور اُنھیں پانو پھر اُس کے پاس آکر سراج القطب کا عصا پانوں میں چھوایا

بیڑی پیر کی کٹ پڑی

بعد اُس کے دونوں نے جزیرۂ فردوس کی

راہ لی۔ چنداں دور نہ گئے تھے کہ ناگاہ ایک آوازِ مہیب پیچھے سے آئی، روح افزا نے کہا ای شاہزادے، ہوشیار ہو، دشمنِ خونخوار آپہنچا۔ فی الحال تاج الملوک نے کلاہ بغل سے نکال روح افزا کے سر پر رکھ دی اور آپ دیو کی طرف متوجہ ہوا، دیو بھی سامھنے آیا۔ شاہزادے نے للکار کے کہا کہ او لعین، خبردار آگے قدم نہ بڑھایو۔ نہیں تو ایک ہی ہاتھ ایسا ماروں گا کہ مُردار ہو جائیگا،

دیو یہہ سُنکر بجلی کی طرح تڑپھا اور دانت نکال کر بولا ۔ عجب تماشے کی بات ہی چیونٹی ہاتھی سے مقابلہ کیا چاہتی ہی اور چڑیا سیمرغ سے لڑا چاہتی ہی ، مجھے ننگ آتا ہی کہ مکھی کے خون سے کیا ہاتھ بھروں اور جس ہاتھ کے طمانچے کا زور کوہِ قاف کے مُنہہ کو پھرا دے ایک مُشتِ خاک پر اُسے کیا ماروں ، خیر میری معشوقہ مجھ کو دے اور تو اپنی راہ لے کہ دِل میرا اُس کے جمال کی شمع پر پروانے کی مانند جلتا ہی اور اُس کے سوزِ عشق سے دم بہ دم پگھلتا ہی

شاہزادے نے کہا ای مردود گندہ دہن ۔ لایق نہیں کہ تو روح افزا کو اپنی معشوقہ کہے ۔ خدا کا ترس کھاتا ہوں ۔ نہیں تو ابھی اُٹھکر تیری زبان کاٹ لوں ۔ دیو یہہ زبان درازی و لاف زنی شہزادے کی دیکھکر دیگ کی مانند آتشِ غضب سے جوش میں آیا اور ایک سو من کا پتھر اُٹھا کر شاہزادے کی طرف پھینکا ، وہ اُس سبز میوے کے زور سے اُچک کر ہوا پر جا تار ہا اور سراج القطب کا عصا ایسا دیو کی گردن پر مارا کہ تمام بدن اُس کا کانپ اُٹھا ، بعد اُس کے غصّے سے کہا کہ دور ہو ای العین ! اب کی بار تو میں نے رحم کیا اگر ایک ہاتھ مارتا تو دو ہی کر دیتا

جب دیو نے حریف کو نہایت شہ زور پایا تب

ایسا شور مچایا کہ چاروں طرف سے ہزاروں دیو گاؤ سر اور فیل تن آن پہنچے اور شاہزادے کو گھیر لیا، تاج الملوک نے بھی اُس میدان میں جیسی چاہیے ویسی ہی جوانمردی کی داد دی اور دیوؤں کی لڑائی بات کی بات میں مار لی

ابیات

چلائی یہہ تلوار اُس نے وہاں
زمیں ہل گئی کانپ اُٹھا آسماں

لڑائی نے ہر سمت گاڑے یے پاؤں
کہیں صلح کے ہاتھ آئی نہ ٹھاؤں

کئے قتل اُس نے تو لاکھوں پلید
یہ تیغ اُس کی کہتی تھی ہل من مزید

وُہ انسان دیوؤں سے ایسا لڑا
کہ مریخ احسنت کہنے لگا

گرے خاک پر بسکہ وے بیشمار
زمیں ہو گئی جوں کفِ رعشہ دار

بہے تھا بدن سے ہر ایک کے لہو
کہ تھی کوہ پر خون کی آبجو

غرض جو بچے بھاگے پھرتی کے ساتھ
رہا کھیت بس شاہزادے کے ہاتھ

لیکن لڑتے لڑتے اور چالاکیاں کرتے کرتے وُہ ماندہ بہت ہو گیا تھا غش ہو کر گر پڑا تب روح افزا دوڑی آئی اور سر اُٹھا کر اپنے زانو پر رکھا۔ گلبرگ سا ہاتھ سینے پر پھیرا اور اپنے بوئے دہن سے اگر برنگ

غنچۂ گل تھا) ہوش میں لائی - توپی سر سے اُتار شاہزادے کے آگے رکھ دی اوراُس کی جوانمردی پر ہزار ہزار آفرین کی، من بعد اُٹھ کر جزیرۂ فردوس کی راہ پکڑی - جد دونوں شہر کے نزدیک پہنچے تد روح افزا نے تاج الملوک کو ایک باغ میں (کہ اُس کا نام بھی روح افزا تھا) بٹھا کر آپ اپنے ماباپ کی مُلاقات کے لئے گئی، اُنھوں نے اُس کے آنے سے زندگانی دوبارہ پائی - ماتھا اور آنکھیں اُس کی چومیں - پھر سرگذشت پوچھی تب روح افزا نے اذیت دیوِ ستمگار کی اور مروّت وجوانمردی شاہزادۂ عالی تبار کی جوں کی توں کہہ سنائی لیکن یہہ نہ کہا کہ بکاولی کا عاشق وُہی ہی ، مظفّرشاہ سُنتے ہی اُٹھ کر باغ میں گیا اور شاہزادے کا شکرِ احسان بہ مرتبہ بجالایا- مُدارات بہت سی کی- ایک مسندِ پاکیزہ نئی اُوپر بچھوادی پھر کتنی پریاں اور پریزاد اُس کی خدمت کے لئے معیّن کر کے اپنے دولتخانے میں آیا

سترھویں کہانی خط لکھنے میں مظفّرشاہ کے فیروزشاہ کو روح افزا کے پہنچنے کا اور آنے میں بکاولی کے ماسمیت اُس کی مُلاقات کے لئے

راویِ شیریں زبان یوں بیان کرتا ہی کہ مظفّرشاہ نے ایک خط روح افزا کے پہنچنے کا

فیروز شاہ کو لکھہ کر گلستانِ ارم میں بھیجا - وہ اُس کو پڑھہ کر نہایت شاد
ہوا اور فرمایا کہ جمیلہ خاتون روح افزا کے دیکھنے کو جلد جاوے اور اُس کو اپنی
آنکھوں دیکھہ آوے ۔

بکاولی نے جو ماکے جانے کی خبر سُنی - کہلا بھیجا کہ میں بھی بہن کی مُلاقات کے لئے
تُمھارے ساتھہ چلونگی ، جمیلہ خاتون نے اِس بات کو غنیمت جانا ، اِس
واسطے کہ شاید وہاں کے جانے سے اِس کے دل کا غُنچہ کھِلے اور مکانات مختلفہ کی
سیر سے زنگِ کدورت آئینۂ دل سے چھُٹے - پانو کی زنجیر کاٹ دی اور اپنے
ساتھہ لیکر جزیرۂ فردوس کی راہ لی ، مُظفّر شاہ نے جب سُنا کہ جمیلہ خاتون
معہ بکاولی آتی ہی - روح افزا کو اِستقبال کے لئے بھیجا جب اُس سے وے دوچار
ہوئیں تب روح افزا نے چچی کو دیکھ کر سلام کیا اور قدموں پر گر پڑی
اُس نے دونہیں اُٹھا کر چھاتی سے لگالیا آنکھیں چومیں بلائیں لیں پھر دونوں بہنیں
آپس میں دیر تک گلے ملیں - مُبارک سلامت کی صدا طرفین سے بلند ہوئی
پھر اُس نے مُسکرا کر بکاولی کے کان میں کہا - تمھیں بھی اپنے چاہیتے حکیم کا آنا مُبارک ہو
- اب اُس کو شوق سے نبض دکھاؤ اور شربت وصل پیؤ ، یہہ سُنکر ماکے
خوف سے اُس وقت تو چُپکی ہو رہی - پوچھہ نہ سکی پر دل ہی دل میں کُچھہ شاد کُچھہ مغموم

ہوئی

اَلقصّہ روح افزا دونوں کو اپنے گھر بہ آئینِ شایستہ لائی ۔ مظفّر شاہ اور حُسن آرا بھی جمیلہ خاتون اور بکاولی سے ملے ۔ نہایت شفقت و مہربانی سے پیش آئے ۔ پھر اِدھر اُدھر کا مذکور نکلا ۔ دروازہ گفت گو کا کھلا ، آخر شش روح افزا کی رہائی کا مذکور بھی درمیان آیا ۔ اُس نے اُس کو اور ہی ڈھب سے ادا کیا

غرض جمیلہ خاتون تو رات کی رات رہی ۔ دوسرے دن رُخصت ہوئی ، روح افزا نے اُس وقت عرض کیا کہ میں چاہتی ہوں چند روز بکاولی میرے پاس ہی رہے شاید یہاں کے رہنے سے اُس کے آئینۂ طبع کا زنگ چھُٹے ۔ نورِ عقل اُس میں نمایاں ہو اور تاریکیِ سودا پنہاں ، جمیلہ خاتون نے کہا اچّھا کیا مُضائقہ ہے ۔ بِدان ایک ہفتے کی اجازت دی اور آپ گلستانِ ارم کی راہ پکڑی ۔ تب روح افزا بکاولی کو اکیلا لے بیٹھی ، باتیں عشق آمیز کرنے لگی ۔ طول بہت سا دیا آخر تاج الملوک کے بھی سوز و گداز سے کچھ کنایہ کیا تب تو بکاولی ہم چشمی کے باعث سے کھسیانی ہو گئی اور مارے شرم کے پانی پانی ۔ پھر غصّے سے مُنہہ پھُلا کر بولی واہ واہ بوا ! مجھے یہہ ہنسی خوش نہیں آتی اور ایسی چھیڑ چھاڑ نہیں بھاتی ۔ یہہ تم اپنی بیتی مجھے اِس پردے میں سُناتی ہو میں نے جانا کہ تم اُس دیو کا دِل ہی دِل

بھی

میں غم کھاتی ہو، یہہ کہاوت تم پر پھب گئی، ہاتھوں مہندی پانو مہندی - اپنے لچھن اؤروں دیںدی بس یا وہ یا وہ نہ بکو قسم ہی حضرت سلیمان کی میں اپنے گھر چلی جاؤنگی - پھر کبھو تمھارے یہاں نہ آؤنگی - بھلا فانوس کی شمع کو پروانے سے کیا نسبت اؤر مُنہہ مُندی کلی کو بلبل سے کیا مناسبت کہاں پری کہاں انسان یہہ تمھارا ہی صرف گمان،

روح افزا نے جب دیکھا کہ یہہ کسی طرح ہاتھہ نہیں آتی اؤر کسی وجہ دم نہیں کھاتی تب ان روئیوں پر آئی اؤر یوں کہنے لگی - ای بہن! میں یہہ تو نہیں کہتی کہ تو کسی کو چاہتی ہی یا خدانخواستہ کسی کے درد سے کراہتی ہی بلکہ میں تو یہہ کہتی ہوں کہ تو شمع فانوس ہی - کوئی پروانہ جو آپ سے آکر جلے تو تجھ کو اُس کے جلنے سے کیا، اگر ہزاروں گل نیلوفر برہ کے تالاب میں ڈوبیں چاند کو کیا پروا

غرض اسی وضع کی باتیں اؤر بھی کر اُس کے غصے کو ٹال بھلاوے میں ڈال ہاتھہ میں ہاتھہ لے اُس مکان کی روِش پر جس میں تاج الملوک رہتا تھا آکر پھرنے لگی اؤر باغ کی دید کرنے، اتنے میں آوازِ دردناک اُس مریضِ عشق کی بکاولی کے کان میں پہنچی - نہیت بے چین ہوئی، آخر رہ نہ سکی - روح افزا سے پوچھا - یہہ کس کی صدا ہی؟ کہا اُس نے ایک شکارِ نو گرفتار نالاں ہی - آ تجھے اُس کا تماشا دِکھاؤں اؤر

اچھی طرح سے اُس کی آواز سُناؤں

غرض بکاولی کو بُتّا دے کر شاہزادے کے آگے لا کھڑا کیا، تاجُ المُلوک سے دوچار
ہوتے ہی اِختیار کی باگ اُس کے ہاتھ سے چھُٹ گئی اور جِنسِ صبر و قرار کی لُٹ
گئی۔ وُہ بھی آتشِ شوق کا جلا ہوا صبر نہ کر سکا۔ دوڑ کر اُس چشمۂ خوبی سے بے اِختیار
لپٹ گیا، بکاولی نے بھی دامنِ حیا کو چھوڑ اپنا ہاتھ اُس کی گردن میں حمائل کر لیا پھر
تو وے دونوں جلے ہوئے سوزِ فِراق کے دِل کھول کر روئے اور غمِ جُدائی کے
دفتر اپنے اپنے خوب دھوئے

روح افزا یہہ حالت دیکھ کر قہقہا مار کر ہنسی اور کہنے لگی ای بھینا! تو تو اب تک
دُنیا کی لذّت سے واقف نہیں۔ بیگانے مرد کا مُنھ بھی آج تک نہیں دیکھا۔ پھر
اِس نامحرم مردوئے کے گلے لگ کر زار زار کیوں روتی ہی اور اِس کے غم
سے اپنا ننّھا سا جیوڑا کس لئے کھوتی ہی تو نے تو میرے چچا کا نام ڈُبایا اور سارے
کُنبے کو کلنک لگایا

یہہ سُنکر بکاولی نے کہا ای روح افزا! اگر تو نے مُجھ سینہ فِگار کے زخم پر مرہم لگا
یا ہی تو ناخنِ طعن سے مت چھلوا اور جو دیدار کا شربت پِلایا ہی تو زہرِ ملامت
نہ کھلا، اب تو میرا راز بِالکُل تجھ پر ظاہر ہوا اور پردہ کھل گیا۔ میرے حق میں جو تو چاہے

سوکر مختار ہی

القصہ وہ عندلیبِ شیدا اور وہ گُلِ رعنا چمنِ نشاط میں بخوبی ہنسے بولے اور اپنے
اپنے اشتیاق کے ہر ایک نے دفتر کھولے، کئی دن بوس و کنار کی لذّت خوب
طرح اُٹھائی اور جامِ وصل سے اپنی اپنی پیاس جی بھر کے بجھائی، آخر ایّامِ وصال
کا زمانہ آخر ہوا۔ بکاولی کی روانگی کا دن آپہنچا، تاجُ الملوک پھر بسترِ بیقراری پر
گرا اور ماہیِ بے آب کی مانند تڑپنے لگا، یہہ حالت دیکھہ کر اُس نے بھی
چاہا کہ حیا کے پردے اُٹھا کر ویسا ہی اپنا روپ بناوے کہ روح افزا بولی زنہار ای
بہن! یہہ حرکت نہ کرنا حق رُسوائی ہوگی اور جگ ہنسائی

چند روز اور صبر کر انشاءاللہ تعالی تھوڑے دنوں میں تجھہ کو تیرے چاہنے والے
سے بہ خوبی ملاتی ہوں اور شربتِ وصال دن رات پلاتی ہوں زمانہ فراق کا
اب تھوڑا رہا ہی اور دورِ وصال کا نزدیک آپہنچا ہی، خاطر جمع رکھہ، ما باپ کی
فرماں برداری کر اور جنابِ الٰہی میں الحاح و زاری۔ پھر دیکھہ تو پردۂ غیب سے
ظہور میں کیا آتا ہی اور میرا سعی و تردّد کیا دکھاتا ہی، بکاولی یہہ سُنکر چار و ناچار
گُلستانِ ارم کو گئی اور ما باپ کی خدمت میں مشغول ہوئی

اٹھارواں قصّہ روح افزا کے ظاہر کرنے کا اپنی ما سے

تاج الملوک اور بکاولی کی کیفیت عشق کو اور جانے کا اس کے جمیلہ خاتون کے پاس اُن دونوں کے بیاہ کی درخواست کے لئے

کہتے ہیں کہ جب بکاولی روح افزا سے رخصت ہو کر اپنے گھر گئی تب روح افزا نے شاہ زادے اور بکاولی کے عشق کی تمام و کمال کیفیت اپنی ما سے ظاہر کی۔ حسن آرا یہہ سنکر دیر تک گریبانِ تفکر میں سر ڈالے رہی۔ پھر سوچ کر بولی اگرچہ ناتار رشتہ آدمی کا پری سے ہونا نہایت محال ہی لیکن اُس نے تجھ کو قیدِ شدید سے چھڑایا ہی مجھ کو بھی لازم ہی کہ میں بھی اُسے اِس زندانِ غم و الم سے چھڑاؤں اور مطلب کو پہنچاؤں یہہ کہکر اُسی وقت ایک مصوّرِ شبیہ کش چالاک دست کو بلا شاہزادے کی تصویر کھچوا گلستانِ ارم میں لے گئی اور فیروز شاہ و جمیلہ خاتون سے ملی بلکہ چند روز وہیں رہی

ایک دن کا مذکور ہی۔ جمیلہ خاتون سے باتیں کرتے کرتے مطلب کی بات پر آئی اور اِس وضع سے کہنے لگی اے بہنا! اگر کوئی غنچۂ رنگین ابرِ آذری کے فیض سے کسی شاخ میں لگے اور اُس کے پاس بلبل نہ بیٹھے تو اُس کا ہونا نہ ہونا برابر ہی اور اگر ایک آبدار موتی کسی کے ہاتھ آوے اور وہ اُس کو رشتے سے الگ

رکھے تو عقل سے باہر ہی، کب تک تو بکاولی کو گوارا رکھیگی، بہتر یہہ ہی کہ
اِس زہرہ جبیں کو کسی ماہ رو کے پہلو بِٹھا اور اِس غنچۂ خوبی کو مونس نسیم
بہار کا بنا

جمیلہ خاتون نے یہہ سُنکر کہا ای حُسن آرا! تو نے سُنا ہوگا کہ اِس نے
ایک آدم زاد سے دِل لگایا ہی اور اُسی کا سودا اُس کے سر میں سمایا ہی
، اپنے ہمجنس کو نہیں چاہتی اور غیر جنس کے واسطے دِن رات ہی کراہتی،
میں اِس امر میں ناچار ہوں۔ بزرگوں کا چلن کیونکر چھوڑوں اور اُس علاّمہ کی خاطر
قدیم سِلسِلے کو کِس طرح توڑوں تا تار نسبت اپنے کُف کے ہوتے غیر قوم میں
کسی نے کیا ہی جو میں کروں، پری کا آدمی سے کبھو بیاہ ہوا ہی کہ میں
بیاہا ہوں

حُسن آرا نے کہا سچ کہتی ہی۔ لطیف کو ہم صحبت کثیف کا کرنا البتّہ دانائی
سے بعید ہی لیکن تو حضرتِ اِنسان کے کمالوں سے اگر واقف ہوتی تو ایسے
ایسے خیالِ فاسِد دِل میں ہرگز نہ لاتی سُن ای نادان! بشر خلقتِ یزدان
میں اور اُس کی صُنعتِ بے پایاں میں اشرف و افضل ہی۔ اُس کے مرتبوں
اور درجوں کی اِنتِہا نہیں وہ ایک نہنگ دریا کا پینے والا ہی اور ایک قطرہ حقیقت میں

دریا۔ جامع ہی کمالاتِ عالمِ کونی والٰہی کا یعنے مادیات و مجردات کا اور مجمع ہی مراتبِ بندگی بادشاہی کا

بیت

اِنساں کی ذات برزخِ جامع ہی بیگماں	ظلِّ خدا و صورتِ خلق اُس میں ہی عیاں

جان کہ صوفیہ ہرایک کو عالمِ ارواح کی نوعوں میں سے باری تعالیٰ کے ایک ایک اسم و صفت کا ایک مظہرِ خاص جانتے ہیں اور اِس عالمِ صورت کو کہ حواس ظاہری و باطنی سے نسبت رکھتا ہی اُس عالم کا سایہ پس ہرایک فردِ کائنات کے ذرّوں میں سے روشن ایک تجلیِ ابدی و سیراب ایک قطرۂ سرمدی سے ہی

بیت

نظر میں ہوشیاروں کی درختِ سبز کا پتّا	خداوندِ جہاں کی معرفت کا ایک ورق ہیگا

اِس عالم میں اِنسان ہر کہ سارے افرادِ کون و فساد کے اِسی کے خادم ہیں۔ مظہرِ خدا کے سارے اِسموں اور صفتوں کا ہی اور اُس کی تجلیاتِ خاص کا مقام، تحقیق اِس مقدمے کی اِس پر موقوف ہی کہ صفات اللہ تعالیٰ کی عینِ ذات ہیں یا غیر یا نہ عین یا نہ غیر، یعنے کِسی وجہ سے عین اور کِسی وجہ سے غیر،

چُنانچہ مُتکلّمین ظاہر بین کے نزدیک وجہ اخیر اوّلاہی اَور کرّامین نے وجہ ثانی پر اعتماد
کیا ہی ، ولیکن ہر ایک کی دلیلیں جُدی جُدی ہیں - بیان سے اُن کے کلام بڑھتا ہی
لیکن فلاسفہ اَور صوفیہ نے عقلی وکشفی دلیلوں سے یہہ ٹھہرایا ہی کہ صفتیں اُس کی
عین ذات ہیں - اِس اعتبار سے کہ ہر متنفّس جس چیز کو ایک صفت سے معلوم کرتا ہی
اُس پر وُہ بدون اُس کے آشکارا ہی ، مثلاً ہم ایک شئی کے دیکھنے میں مُحتاج
قوّتِ بصر کے ہیں اَور سُننے میں سامعے کے اَور معانی کی تحصیل میں قُوّتِ درّاکہ سے
اِحتیاج رکھتے ہیں - جناب اُس کی اِن اُمور کے حصول میں اشیائے مذکور سے اِحتیاج
نہیں رکھتی - بلکہ بدون اُن کے اُس کے حضور سب اشیا حاضر ہیں - بنابر اِس کے
صفاتِ باری کو عین ذات کہتے ہیں جس وقت اِس تمہید کو پایا تو نے تو یہہ سمجھ
کہ پہلے ممکنات کے پیدا ہونے سے وقت تسلّطِ اِسمِ ہو الباطن کا تھا - اُس میں
وُہ آپ ہی آپ موجود تھا اَور خورشیدِ ذات کے نور کا پردۂ پنہانی روے ظُہور پر
پڑا تھا ، بے مُقابلۂ غیر نردِ عاشقی و معشوقی اپنے ساتھ آپ ہی کھیل رہا تھا جب بہ
خواہشِ تسلّطِ اِسمِ ہو الظّاہر ارادہ کیا اپنے جمالِ جہاں آرا کے آگے سے پردۂ حجاب کا
اُٹھاے اَور شراب اپنی محبّت کے عشق کی رنگ برنگ کے قرابوں میں دیکھے اِحتیاج کر
شاہد اُس کا ایک حدیثِ قُدسی ہی اَور معانی اُس کے یے ہیں - تھا میں

ایک گنج مخفی پس یہہ چاہا میں نے کہ پہچانے مجھہ کوں تب خلق کیا خلقت کوں
غرض اشخاص کی ماہیتوں کوں کہ عبارت تقرر سے ہی ۔ اپنے علمِ اجمالی میں مستحضر کیا
۔ چنانچہ یہی ماخذ شرح حکمتُ العین کی اُس عبارت کا ہی الماہیات غیر
مجعولتہ بجعل الجاعل ۔ یعنے ماہیات کوں جعل جاعل کا نہیں لگتا کیوں کہ اگر اسے مانئے تو
مجعولیتِ ذاتی لازم آتی ہی اور یہہ باطل ہی اِس لئے کہ یہہ کہنا ہرگز درست نہیں کہ ماہیتہ کوں
ماہیتہ کیا یا ذات کوں ذات بنایا

اگرچہ تحقیق اشیا کا نفسُ الامر میں مطابق اِن معلومات کے علمِ ازلی میں نہ ہمارے خیال کے
طور پر ہی کہ اُسے کچھہ ثبات نہیں بلکہ اِس طرح ہی کہ وہ ذات واحد جو زینتِ
جلال وجمال سے آراستہ ہی اُس نے اپنی ذاتِ وحدت مآب کوں روبروِ آئینۂ عدم کے
کرکے اپنا عکس اُس میں ڈالا اور اُس کا نام عالم رکھا ، بعد اِس کے وہ عکسِ بسیط
نہ مرکب کہ جز رکھتا ہی ۔ بہ اعتبار صفات وتعیناتِ جزی کے محل کثرت کا ہوا اور وہ
محبوب آئینہ دیکھنے والا ہر متعیّن کے ساتھہ اپنے حُسنِ رنگا رنگ کوں دیکھکر عاشق ہوا
، مثلاً بعضے ذرّے بہ اعتبار بینائی کی صفت کے چشم متصوّر ہوتے ہیں اور بہ اعتبار
ظل کے زُلف .

علی ہذا القیاس اُنھیں صفتوں کا موجوداتِ ظلّی میں ایک مظہرِ خاص ہی لیکن انسان

بحکم ایک آیہ کے کہ معنے اُس کے یے ہیں - پیدا کیا ہم نے اِنسان کو بہترین صورت
پر - وہ اشرفِ مخلوقات اُس عکس میں بہ منزلۂ چشم واقع ہی کیونکہ اشرف
بدن کا سر ہی اور اُس سے شریفتر آنکھ پس جانا تو نے کہ سب ذرّاتِ عالم عکس
اُسی شاہد آئینہ دار کے ہیں ، ہر ایک اُس کے عِشق کا جوش رکھتا ہی اور اُس کے
وصل کی راہ میں کوشِش کرتا ہی لیکن نہیں پاتا مگر اُسی پرتو خاص کو کہ اُس کی ذات پر
پڑا ہی اور اِنسان نے کہ اُس عکس میں بہ جائے چشم ہی اپنے دِل میں جو پُتلی کی
مانند ہی اُس ماہِ آئینہ پردار کے نقشے کو جگہہ دی خَلَق الانسان علیٰ صورتہٖ - یعنے پیدا
کیا اُس نے آدمی کو اوپر اپنی صورت کے ، اِسی بات پر آگاہی دیتا ہی اور
شعر صاحب گلشنِ راز کا بھی اِسی پر دلالت کرتا ہی معنے اُس کے یے ہیں

شعر

عدم آئینہ عالم عکس و اِنسان ہی اُس کی چشم اور شخص اُس میں پنہاں

اور ایک مقام پر یوں کہا ہی

بیت

دِل عجب ہی کہ اِس چھتّے پر خالق دو جہاں کا ٹھہرا گھر

اور قول حق تعالیٰ کا کہ اُس کے معنے مُوافق بعضِ مُفسِرین کے یے ہیں - جب ہم

سونپنے لگے اپنی امانت آسمان و زمین اور پہاڑوں کو ابا کیا انھوں نے اور نہ اُٹھایا اُس کو
ڈرے اُس سے اور اُٹھایا اُسے اِنسان نے ، سچ ہی کہ وُہ عادِل و عالِم ہی اور
ایک حدیث (کہ جس کے معنے یہ ہیں ۔ جس نے پہچانا اپنی ذات کو اُس نے
پہچانا اپنے پروردگار کو) خبر دیتی ہی کہ شناخت اپنے نفس کی ۔ پہچان اپنے رب کی
ہی ۔ اِس لئے کہ معرِفت نفس کی حق کی معرِفت کا وسیلۂ قریب ہی ۔ نہ یہ کہ معرفت
اپنی ذات کی عین اُس کی معرفت ہی چنانچہ بعضے ریاضتی کہ تجلّیاتِ نفس تک پہنچے ہیں
اپنے تئیں عِرفانِ حق کو پہنچا جانتے ہیں ، مثلاً آفتاب پر بسبب چمک کے دیکھنے والوں کی
نظر نہیں ٹھہرتی ۔ چاہئے کہ وے پہلے ایک پانی کے پیالے میں اُس کا عکس دیکھیں کہ
بعینہٖ وہی ہی ۔ کیونکہ عکس نور کا سِوائے نور کے نہیں ، اِس مرتبے کے حاصل
ہونے کے بعد شاید آنکھ اُس کی دید کے قابل ہو جائے
یہیں سے ہی کہ بعضے شرابِ وصال کے مستوں نے حالتِ مستی میں انا الحق کہا ہی

مصرع

ڈھونڈھتا تھا جس کو پایا عین اُس کا اپنے تئیں

پس دریافت کیا تو نے کہ اِنسان مجمع جمیع اسما و صفاتِ ایزدی کا بلکہ ماہیتِ
اِنسانی عینِ حقیقتِ سبحانی ہی ۔ بہ سبب مرتبۂ اِمکانی کے فیمابین دوری ہو گئی

بیت

جو ممکن جھار ڈالے گردِ امکاں | تو جز واجب نہ کچھ ہووے نمایاں
نقاب منہ پہ مرے یار کے نہیں حافظ | تو اپنا آپ ہی پردہ ہی بیچ سے اٹھ جا

کلام فضیلتِ انسان میں دریاے بے پایان ہی - اِسی قدر پر اکتفا کیا، ای جمیلہ خاتون! وہ اصلی ہی اور ہمارا وجود طفیلی، وہ مخدوم - ہم خادم - زہے شرف کہ شریف ہم سے ارادہ وصلت کا کرے اور مخدوم خادم سے قصد قربت کا رکھے

القصہ اِس آب و تاب کی باتوں سے انسان کے حسد کی آگ (جو اُس کے دل میں تھی) بجھ گئی تب کہنے لگی اچھا - پر اُس بدکار بد اطوار کا ذکر نہ کیجیو کہ اپنی بیٹی ہرگز اُسے نہ دونگی اور ایسے خائن کو داماد ی میں کبھو نہ لونگی - آخر حُسن آرا نے تاج الملوک کی تصویر جمیلہ خاتون کے ہاتھ میں دی اور کہا - یہی تصویر شرقستان کے شہزادے کی ہی - دیکھ ایسا نقشہ قلم تقدیر نے صفحۂ عالم پر آج تک نہیں کھینچا اور اِس پردار کا چہرہ ورقِ جہان پر دوسرا نہیں بنایا - بہتر یہہ ہی کہ اِس یاسمن گلشنِ محبوبی کو اُس گُلِ خوبی کے ساتھ ملا اور اُس زُہرۂ فلک حُسن کو اُس ماہ برج سعادت کے پہلو بٹھا

الغرض وہ چار وناچار راضی ہوئی پھر کہنے لگی ای بھینا! اُس کو کہاں ڈھونڈواؤں اور کس تدبیر سے لاؤں؟ تب حسن آرا نے کہا۔ تم خاطر جمع سے شادی کی تیاری کرو۔ میں اُس کو فلانی تاریخ دولھہ بنا کر برات سمیت یہاں لے آتی ہوں، یہہ کہکر رخصت ہوئی۔ پل مارتے جزیرہ فردوس میں آن پہنچی اور یہہ ذکر من وعن شاہزادے کے آگے کیا پھر وصل دائمی کا بھروسا دیا

اُنیسویں داستان تاج الملوک اور بکاولی کے بیاہ کی

باغبان اِس گلستان کا گل اور بلبل کی مواصلت یوں بیان کرتا ہے کہ جمیلہ خاتون نے جو گفتگو کہ حسن آرا میں اور اُس میں ہوئی تھی۔ فیروز شاہ سے جاکر اظہار کی اور تصویر شہزادے کی دکھائی، اُس نے سمن رو کے ہاتھہ بکاولی پاس بھیج دی کہ یہہ تصویر شرقستان کے شاہزادے کی ہے۔ بالفعل اِس زمانے میں ایسا جوان حسین کہیں نہیں، تو کہ آدم زاد کے سودے میں دِوانی ہو رہی ہی اور اپنی جانِ لطیف ایک خاکِ کثیف کے پیچھے کھو رہی ہے۔ تیری مرضی ہو تو اُس کے ساتھہ تیرا بیاہ کردوں۔ میری دانست میں تو نوع انسان میں ایسا شخص کمتر ہوگا بلکہ پریوں پر بھی حرف ہی

وہ خوشی خوشی تصویر لیئے ہوئے شہزادی کے پاس آئی اور بادشاہ کی زبانی حسنِ حقیقت

سُنی تھی کہہ سُنائی، اُس محوِ جلوۂ یار نے اُس کو نگاہِ غور سے دیکھا تو اپنے ورقِ دِل کی صورت کے مُطابِق پایا۔ بلکہ خطّ و خال میں بھی سرِ مو فرق نہ دیکھا تب جی میں سمجھی کہ یہہ کارپردازی اور نیرنگ سازی ساری بوا روح افزا کی ہی، واقعی وُہ چھتّیسی اپنے قول کی بڑی سچّی ہی۔ بدان مُسکرا کر سمن رو پری سے کہا۔ دیکھو تو تُجھے میرے سر کی سوں یہہ اُسی شخص کی تصویر ہی جس کی خزانِ غم سے میرا گُلِ نارسیدہ کُھلا یا ہی اور غُنچۂ نو دمیدہ مُرجھایا؟ وُہ مُلاحظہ کر کے بے اِختیار مارے خوشی کے اُچھل پڑی اور بولی۔ ہاں بادشاہ زادی بے شک یہہ تصویر شاہزادے ہی کی ہی لو اب ہنسو بولو خوشیاں کرو جو تُمھارا مطلب تھا سو خدا نے پورا کیا، یہہ کہکر پھر بادشاہ کے حُضور آئی اور یوں عرض کرنے لگی۔ حضرت! فرزند ماباپ کے تابع ہیں اُن کی سعادت مندی اِسی میں ہی کہ والدین کی مرضی کے برخلاف کُچھ کام نہ کریں اور ہر حال میں اُن کی خوشی کو اپنی خوشی پر مُقدم رکھیں اگر دیو اُن کی پسند پڑے تو بیٹی اُس کو غِلمان سمجھے اور جو وے ایک زنگی سیاہ اُس کے واسطے تجویز کریں تو اُس کو ماہِ کنعان جانے

فیروز شاہ اُس کی گفتگو سے نہایت شاد ہوا اور شادی کی تیّاری کا حکم کیا۔ تمام جزیرۂ اِرم کی ہر ایک دوکان کو نقش و نگارِ تازہ سے آرائش دی۔ اندر باہر سنئے

سے نئے فرش بچھ گئے - ناچ راگ ہونے لگا - چار طرف شادی کا رولا مچ گیا - رُقعے جابجا
بھجوائے پریوں کے جھُنڈ کے جھُنڈ چہار طرف سے آئے مجلس نشاط آراستہ ہوئی
- شراب چلنے لگی توڑے جابجا جانے لگے - لوگ ضیافتیں کھانے لگے

فیروز شاہ ہر ایک کی خاطر داری و مہانداری
موافق اُس کے رُتبے کے خود بھی کرتا تھا بلکہ کتنے اہل کار بھی اِس کام پر مُعیّن کئے تھے
کہ تا کام بخوبی سرانجام ہو اور جزیرۂ فردوس میں مُظفّر شاہ نے بھی اُسی وضع سے
تاج المُلوک کی شادی کی تیّاری و مہانداری شُروع کی - پھر روزِ مُعیّن وزیروں امیروں
کو حُکم کیا کہ لِباس نئے رنگین پُر تکلُّف پہنیں اور سرداران لشکر کو بھی کہہ دیں کہ معہ
فوج آراستہ ہوویں اور محل میں حُسن آرا نے بھی اپنی مُصاحبوں اور خواصوں کو
بہ آئینِ شایستہ آراستہ کیا اور آپ لباس و جواہر من مانتا پہنا ، بعد اُس کے شُبھ گھڑی
نیک ساعت دیکھ کر شاہزادے کو ایک جڑاؤ چوکی پر نہلا کر شہانا جوڑا پہنایا اور جیغہ
و کلغی و سرپیچ مُرصّع - نورتن - موتیوں کے مالے سجے باندھے پہنائے ایک سہرا بھی
مُقّشی موتیوں کا جھمجھاتا ساتھ اُس کے ایک پھولوں کا جھلوان گُتھا ہوا سر سے اُس کے
باندھا - پھر ایک پری پیکر گھوڑے پر سوار کیا
بعد اُس کے مُظفّر شاہ کئی بادشاہوں سمیت شہزادے کو بیچ میں لئے اُمرا سردار

داہنے بائیں سواروں کے پرے آگے۔ زنانی سواریاں پیچھے بیاہنے چڑھا اور جزیرۂ ارم کو روانہ ہوا، یہاں بکاولی کو عورتیں آراستہ کرنے لگیں

ابیات

پرستاروں نے یہہ اُس کو بنایا ۔ کہ اُس کا حُسن دونا کر دکھایا

کی اِس انداز سے بالوں میں کنگھی ۔ کہ بکھرا دیکھنے والوں کا وہاں جی

لپٹ اُن کی جو اُس دم آئی یکبار ۔ ہوئی کافور بوئے مُشکِ تاتار

گجھوری گوندھی وہ پاکیزہ چوٹی ۔ اور اُس کے نیچے ایک محبوب مینڈھی

کئی لعلوں کے آویزے دُرِ فتاں ۔ لگائے اُس میں پنہاں و نُمایاں

چمک دیکھیں اگر اُن کی سراسر ۔ تصدُّق ہوں شبِ یلدا کے اختر

پھر ایک شبنم کی انگیا جھجھی لال ۔ ہر ایک تار اُس کا صیدِ دل کا تھا جال

بنت اُس پر نہایت جھجھماتی ۔ نپٹ اسلوب سے وُہری تنگی تھی

سجی جوں ہیں کلس سی چھاتیوں پر ۔ سما اُس نے دکھایا یہہ ترک کر

پڑی جس کی نظر اُس پر وہ بولا ۔ شفق میں واہ وا کیا چاند نکلا

پھر اُس پر پہنی ایک ویسی ہی کُرتی ۔ کہ تا ہووے عیاں رنگت بدن کی

شہانی ڈانک کی ایک بھاری پشواز ۔ پھر اُس نے پہنی با صد ناز و انداز

مُغرّق تاشش کا ایک پائجا ما — پہن کر پھر تو ایک عالم کو رَوندا

بھری جب مانگ اُس کی موتیوں سے — ہوئے شرمندہ تارے کہکشاں کے

لگایا اُس کے جوں ماتھے پہ ٹیکا — ہوا غُل چاند پر تارا ہی نکلا

پنھایا کان میں اُس کے وہ جُھمکا — کہ مدّھم ہو گیا عقدِ ثُریّا

پنھا چنپا کلی باندھا جو دُلرا — بناتُ النّعش کو حیرت میں ڈالا

وہ نتھ کی جھوک بالے کا دمکنا — وہ مہ سے مُنھ کا گھو نگھٹ میں چمکنا

بناتا تھا ہر ایک کو نقشِ دیوار — جو تھا ذی روح وہاں تھا محوِ دیدار

سِوا اِن کے بہت سا اُس نے گہنا — مُناسب جس جگہہ تھا وہاں بھی پہنا

چڑھی گھُمگھرے پر اُس کے ایسی سُنہریں — کہ پھینکی پڑ گئی یکبار سِتیریں

نہ گہنے سے بڑھا کُچھ حُسن اُس کا — ہوئی زیور کو بلکہ اُس سے سوبھا

لِباس و زیور و حُسن و ادا کا — بیاں سارا کروں یہہ کب ہی یارا

القصّہ جب برات قریب پہنچی تب فیروز شاہ نے کِتنے ارکانِ دولت اِستقبال کے لئے بھیجے۔ وے نہایت تعظیم و تکریم سے لے آئے اور جس جگہہ مجلِس نِشاط کی تھی۔ وہاں ہر ایک کو بڑی آؤ بھگت سے بِٹھایا اور حُسن آرا کے ساتھ اُسی سُلوک سے جمیلہ خاتون پیش آئی۔ سارے

طریقے سمدھنوں کے بجالائی
غرض پچھلے پہر تلک ناچ راگ کی صحبت رہی۔ بعد اِس کے اُس گوہر یکتا کا اُس
لعلِ بے بہا کے ساتھ عقد باندھا۔ مُبارک سلامت کا اندر باہر غل پڑ گیا۔ پھر شربت
پلانے لگے اور ہاریاں دینے۔ اِتنے میں دولھہ کو رِیت رسم کے واسطے اندر بُلایا اور
دُلہن کے پاس شہانی مسند پر بٹھلایا جو جو ٹوٹکے کرنے تھے سو کئے اور ٹونے بھی
ڈومنیوں سے جتنے معمول تھے کوائے پھر دولھہ دُلہن کو خلوت خانے میں پہنچا دیا
اور آپ ہر ایک نے کنارا پکڑا

نظم

عاشق و معشوق بہم ہوں جہاں
شوق محبت جوش میں آوے وہاں

شمع کو پروانہ جو دیکھے کہیں
رہ نہ سکے گر پڑے اُس پر وہیں

صبر کرے پھول سے بلبل کہاں
لے ہی لے آغوش میں مانندِ جاں

طوطی جہاں دیکھے ہی آئینے کو
رہ نہیں سکتی ہی بِنا گفتگو

دیکھا جو شہزادے نے اُس دم وہاں
اُس گُلِ بے خار کو بے باغباں

لیکے بغل میں لئے بوسے کئی
شوق نے تنگ صبر کی رُخصت نہ دی

لے چکا جب پستۂ لب کا مزا
سیبِ زنخداں کی طرف جھک پڑا

عارضِ گُل رنگ پہ پھر میل کی — اُس کی بھی لی خوب طرح چاشنی
اُٹھی ہوئی چھاتیاں وہ سخت سخت — گیند کی مانند جو پائیں کرخت
رہ نہ سکا ڈال دیا اُن پہ ہات — بلکہ بڑھی اُس سے بھی کچھ زیادہ بات
گوہر و الماس ہوئے پھر بہم — لینے لگے دونوں مزے دم بدم

جب خوب چھک گئے ماندے ہوئے پھر ہر ایک نے اپنا ساعدِ سیمیں دوسرے کا تکیا بنایا۔ مُنہ سے مُنہ مِلایا اور سینے سے سینہ لگایا، غرض اِسی ہیئت سے آرام فرمایا
جب صُبح ہوئی مُرغ نے بانگ دی، شہزادے نے اُٹھکر حمام کی راہ لی اور روح افزا اُس عشرت گاہ میں آئی بکاولی کو دیکھا رات کی جاگی رس سی ملی دلی غافل سوتی ہے، بال چھوٹے ہوئے ہیں۔ ہار ٹوٹے پڑے ہیں۔ ہونٹھوں پر لاکھا نام کو نہیں رہا کاجل آنکھوں کا سارا پھیل گیا۔ گالوں پر نشان دانتوں کے اور چھاتیوں پر ہاتھوں کے پڑے ہیں یہہ عالم دیکھکر رہ نہ سکی۔ جلد اُس کو جگا دیا اور مُسکرا کر کہا اے بہن! اِس روز تو مجھے کہتی تھی کہ تو نے دیو مکّارہ کے مدرسۂ کنار میں شرح لونڈی پڑھی ہے، آج تو تیرے اطوار سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اِس رات تو یار کے مکتبِ آغوش میں اپنے مطلب کی کتابوں کو بخوبی مطالعہ کر کے بڑی علّامہ ہوئی ہے، دیگر نلک تو نے مصدر مُلابستہ کو مُختلف

مضمون

صیغوں کے ساتھ گردانا اور عشرت کے مزید فعلوں کو الفِ وصل سے ربط دیا۔ نشانِ
فاعل و علامتِ مفعول کا مبنی دریافت کی اور مقام تحریر سے اپنے پانو باہر رکّھے۔ بلکہ خلوت
میں قضیۂ موجبۂ مباشرت کو عکس مستوی بنایا اور اشکالِ مختلفہ کی ضروبِ معیّنہ سے
نتیجہ موافق مطلوب کے پایا وصل فصل کا بھی طریقہ لے لیا اور اپنے مثلّث کے نقطے پر خطِّ
عمود کو قایم کیا

بکاولی یہہ سنکر مسکرائی اور یہہ کہنے لگی بوا! بھلا تمھارے منہہ میں پانی کیوں بھر آتا
ہی، مجھکو صاف اِن کنایہ آمیز باتوں سے معلوم ہوتا ہی کہ تمھارا بھی یہی ارادہ
ہی، بہت بہتر، میں راضی ہوں۔ شوق سے اپنی وصلی اُس مشّاق کے آگے رکھو
۔ پھر اُس کے قلم کی روانگی اور قوّت دیکھو کہ کس کس طرح سے توڑ جوڑ لگاتا
ہی اور کیا کیا گل بوٹا بناتا ہی

حاصل یہہ ہی کہ باہم اُسی طرح ہنستیاں بولتیاں رہیں، آخر روح افزا اپنے ماباپ سمیت
رخصت ہوکر گھر گئی اور تاج الملوک نے بودوباش اپنی وہیں اختیار کی

بیسویں کہانی رخصت ہونے کی تاج الملوک اور بکاولی کے فیروز شاہ اور جمیلہ خاتون سے اور پہنچنے میں ملک شرقستان کے بیچ

ایک روز تاج الملوک اور بکاولی نے مشورت کر کے فیروز شاہ اور جمیلہ خاتون سے رخصت مانگی، انھوں نے کہا بہت بہتر اور ہزاروں غلام قمرطلعت اور سیکڑوں لونڈیاں خوبصورت عنایت کیں اور دان دہیز کے سوا اتنا کچھ نقد و جنس و لوازمہ سفر کا دیا اس کی تفصیل اگر لکھوں تو یقین ہی کہ ایک کتاب اور تیار ہو جائے، اس واسطے قلم انداز کیا

القصہ شہزادہ بڑی شان و شوکت و جاہ و حشمت سے بکاولی سمیت اپنے ملک میں پہنچا۔ دلبر اور محمودہ کی جان میں جان آئی۔ کشت امید سوکھی ہوئی پھر لہلہائی، اس کا آنا ان کے حق میں ایسا ہوا جیسے بیمار کے واسطے مسیحا کا لیکن بکاولی کو جو اس حسن و جمال مال و منال سے دیکھا دھم ہو گئیں، آئے ہوئے ہوش جاتے رہے۔ ہاتھوں کے توتے اڑ گئے، پریزاد نے جو یہہ رنگ ڈھنگ ان کا دیکھا۔ ہر ایک کو گلے سے لگا لیا۔ دلاسا دیا اور فرمایا کہ تم خاطر جمع رکھو، کسی طرح کا اندیشہ نہ کرو، میں تمھارے عیش میں مطلق خلل انداز نہ ہونگی بلکہ اپنی خوشی پر تمھاری نشاط کو مقدم جانونگی۔

چنانچہ ہمیشہ شیر و شکر کی طرح آپس میں سب کی سب ملی جلی رہیں اور سوتیا ڈاہ کسو کو نہ ہوئی، شہزادہ بھی ان غنچہ دہنوں کے ساتھ شگفتگی سے اوقات کاٹتا تھا اور دن رات عیش و عشرت میں رہتا

اِکّیسواں قِصّہ بکاولی کے جانے کا راجا اِندر کی سبھا میں اَور ناچنا گانا اُس کے حُضور اَور تفرقہ پڑنا تاج اُلملوک میں اَور اُس میں

اہلِ ہند کی کتابوں میں یوں لکّھا ہی کہ امرنگر نام ایک شہر اُدھر میں بستا ہی۔ وہاں کے باشندے ہمیشہ جیا کرتے ہیں اَور راجا اندر وہاں کا راج کرتا ہی۔ دِن رات حوروں کے ساتھ عیش و عشرت میں رہتا ہی۔ کام اُس کا یِہی ہی اَور غِذا اُس کی ناچ وراگ۔ عالمِ جنّات بھی اُس کے تابع ہی۔ ساری پریاں اُس کی مجلِس میں جاتی ہیں اَور دِن رات ناچتی گاتی ہیں

ایک رات کا ذِکر ہی کہ راجا نے فرمایا بکاولی فیروز شاہ کی بیٹی مُدّت سے ہماری مجلِس میں نہیں آتی۔ اِس کا سبب کیا ہی اَور یہاں کے آنے کا مانع کَون ہی؟ پریوں میں سے ایک نے عرض کی کہ وہ ایک اِنسان کے دامِ عِشق میں گرفتار ہوئی ہی۔ بُلبُلِ بیقرار کی مانند نالہ و فریاد کیا کرتی ہی اَور مُدام اُس کے سودائے عِشق میں سرشار رہا کرتی ہی۔ اپنے بیگانے سے اُس کو نفرت ہی۔ فقط اُسی سے صُحبت ہی شرابِ وصل اُس کے ساتھ پیتی ہی اَور اُسی کے دم سے جیتی ہی۔ یہہ ماجرا سُنکر راجا کا شُعلہ غضب اَور بھی بھڑکا۔ کئی پریوں کی طرف اِشارہ کیا کہ اُس کو اِسی

وقت حاضر کرو، وے تختِ رواں لیکر وونہیں تاج الملوک کے باغ میں آئیں اور بکاولی

کو جگا کر راجا کی اعتراضی و غضبناکی کا احوال بیان کیا تب چار و ناچار اُس پر سوار ہو

امرنگر میں گئی اور ہلتی کانپتی راجا کے سامھنے آ آداب بجا لائی اور ہاتھ باندھ کر کھڑی

رہی - مہاراج نے نگاہِ قہر سے اسے دیکھا اور بہت سا جھڑکا، آخر فرمایا کہ اس کو

آگ میں ڈال دو کہ انسان کے بدن کی بو باس اس میں نہ رہے اور یہاں کی صحبت کے

قابل ہو وے پریوں نے وونہیں اُس نسترن باغ لطافت کو اور یاسمن چمن نزاکت کو

ہاتھوں ہاتھ وہاں سے باہر لا کر آتشکدے میں ڈال دیا - جل بل کر راکھ ہو گئی

بیت

جل گیا عاشق تو کیا غم ہی کہ اُس کی چشم تر	دیکھتی ہی یار کو گلشن میں مانندِ خلیل

بعد اُس کے پانی پر کچھ منتر سا پڑھ کر اُس پر چھڑکا فی الفور جی اُٹھی اور ہیئتِ اصلی پر آ

مجلس میں ناچنے لگی، پہلی ہی ٹھوکر سے اہلِ مجلس کے دلوں کو پامال کیا اور ایک ہی آمد

رفت میں تماشائیوں کی جانوں کو روند ڈالا

غرض ناچنے گانے کا جو حق تھا سو ادا کیا مجلس کی مجلس کو محو کر دیا - پھر تو واہ وا کی

صدا ہر ایک کے مُنہ سے نکلنے لگی اور آفرین و تحسین کی آواز بلند ہوئی تب بکاولی

آداب بجا لا کر راجا سے رخصت ہوئی اور اُسی تخت پر بیٹھ اپنے باغ میں آئی -

بعد اُس کے گلاب کے حوض میں نہا دھو شہزادے کی بغل میں سو رہی، فجر کو اپنے معمول پر اُٹھی سِنگار کیا۔ لوگ بھی اندر باہر کے اپنے اپنے کام دھندے میں لگ گئے

القصّہ ہر رات وہ غیرتِ حور امر نگر میں جاتی۔ پہلے تو اپنی کایا آگ میں جلاتی۔ پھر راجا کے حضور ناچتی گاتی جب تھوڑی سی رات باقی رہتی تب رُخصت ہو کر اپنے گھر آتی اور گلاب کے حوض میں نہا کر اُس دریائے خوبی سے ہم آغوش ہوتی اور اپنے جی کو ٹھنڈا کرتی

نظم

قبول اُس نے کیا جلنا سدا کا
نہ چھوڑا وصل لیکن دلربا کا

سر پر اپنے کو وہ ہر شب جلاتی
سدا تن کو وہ خاکستر بناتی

پر عاشق سے نہ کرتی تھی کنارا
فراق اُس کا نہ تھا ہرگز گوارا

جو جل مرنے کو اپنے دِل پہ ٹھانے
وہ ہر آتشکدے کو آب جانے

گوارا اس پہ ہووے نارِ سوزاں
سہا جاتا نہیں پر سوزِ ہجراں

جِسے ہو شمع رویوں کی محبّت
وہی جانے ہے اِس نت جلنے کی لذّت

پر شاہزادے کو ہرگز اِس بات کی خبر نہ تھی، ایک رات کا ذِکر ہے کہ بکاولی تو اپنے معمول پر وہاں اِندر کے اکھاڑے میں گئی تھی، یہاں شہزادے کی آنکھ کُھل گئی۔ پلنگ پر اُسے نہ دیکھا، ہر طرف قصر و باغ میں جا کر ڈھونڈھا۔ کہیں اُس کا کھوج نہ مِلا تب نہایت بہ تنگ ہو کر

اُسی خلوت کدے میں آن بیٹھا اور یہاں تک راہ تکی کہ آنکھیں پتھرا گئیں، آخر شش
اُسی حالت میں سو گیا، بعد اُس کے بکاولی بھی اپنے وقت پر آکر اُس کے ساتھ سو رہی
صبح کو تاج الملوک نے بہ دستور جو اُس کو اپنے ساتھ سوتے دیکھا زیادہ تر
متعجب ہوا لیکن دم نہ مارا اور اِس راز کو مطلق نہ کھولا مگر اُس کی تحقیقات کے واسطے
دوسری رات اپنی ایک انگلی چیر کر نمک چھڑک دیا کہ مبادا آنکھ لگ جائے اور وہ بھید
چھپے کا چھپا رہے، غرض آدھی رات گئے تخت پھر آموجود ہوا بکاولی اُٹھ کر بناؤ کرنے لگی اور
شہزادہ چھپے چھپے جا کر اُس کا پایہ پکڑ بیٹھ رہا، اتنے میں وہ بھی آکر سوار ہوئی اور پریوں نے
اُسے اُدھر اُڑایا، تاج الملوک اُسی پائے میں لٹک گیا۔ پھر اِس قدر بلند ہوا کہ زمین
اُسے نظر آنے سے رہ گئی، ندان راجا اِندر کے دروازے پر جا اُتارا، بکاولی اُتر کر ایک طرف
کھڑی ہو رہی اور یہ بھی الگ ہو کر خدا کی قدرت کا تماشا دیکھنے لگا، غرض جس طرف
آنکھ پڑتی تھی۔ اُدھر پریوں کے جھنڈ کے جھنڈ ہی دکھائی دیتے تھے اور ہر طرف سے آواز
قسم قسم کے سازوں کی اور راگوں کی جو تمام عمر نہ سُنی تھی متصل چلی آتی تھی
حاصل یہ ہے کہ تاج الملوک نے وہ کچھ دیکھا جو کبھو نہ دیکھا تھا اور وہ سُنا جو کبھی نہ سُنا تھا
بھونچک سا رہ گیا، اتنے میں کتنی پریاں دوڑیں اور بکاولی کو اُٹھا کر اُنھوں نے آتشکدے میں
ڈال دیا، وہ جل کر راکھ ہو گئی، وہ اِس حادثے کو دیکھ کر سب کچھ بھول گیا، بے اختیار دو

ہاتھوں سے سر پیٹنے لگا اور اپنے جی میں کہنے، حیف ہی کہ اِس وقت میں پروانے کی مانند بھی طاقت نہیں رکھتا کہ اُس شمع رو کے ساتھ جلتا اور اپنے بدن کو راکھ کر کے اُس سے مِلتا، کیا کروں کچھ بس نہیں نہ قدرت فریاد کی ہی نہ جا گہہ داد کی، یہہ تو اُسی اُدھیڑ بُن میں تھا کہ اُنھیں میں سے ایک پری نے پانی پر کچھ پڑھکے اُس کی راکھ پر چھڑکا فی الفور زندہ ہوئی اور راجا کی مجلس میں آئی، شہزادہ بھی اُس کے پیچھے لگا ہوا چلا آیا۔ از بسکہ اِزدِحام تھا۔ کوئی کِسی کو پہچانتا نہ تھا، کِسی نے نہ جانا کہ یہہ کون ہی اور کہوں کھڑا ہی اتفاقاً بکاولی کا پکھاوجی بُدھا ضعیف تھا۔ بہ سبب ناتوانی کے اچّھی طرح بجا نہ سکتا تھا، وہ رُکی رُکی ناچتی تھی اور بار بار تیوری چڑھاتی، شہزادہ یہہ حال دیکھہ کر بے چین ہوا۔ آخر نہ رہ سکا۔ سازندہ کے کان میں جھک کر کہا اگر تیری مرضی ہو تو ایک دو گتیں میں بجاؤں کہ اِس کام میں چالاک دست ہوں اُس نے اِس بات کو غنیمت جانا۔ پکھاوج کو وہیں حوالے کیا، یہہ تو اُس کام کا بانی کار تھا اور اُس کے دامِ محبت میں گرفتار۔ موافق اُس کی خواہش کے بجانے لگا۔ پھر تو کیفیت ناچ کی اَیسی بڑھی کہ در و دیوار سے واہ واہ کی صدا آنے لگی، راجا بھی یہاں تلک محظوظ ہوا کہ اپنے گلے کا نو لکھا ہار اُتار کر بکاولی کو عنایت کیا، وہ ناچتے ناچتے جو پیچھے ہٹی بہ جنس پکھاوجی کے حوالے کیا، بعد اُس کے مجلس راگ رنگ کی برخاست ہوئی، شہزادہ جِس طرح گیا تھا

اُسی طرح اپنے باغ میں آیا

بکاولی گلاب کے حوض کی طرف گئی - یہہ خوابگاہ میں جا سو رہا لیکن صبح کے وقت مسکراتا اُٹھا ۔ پری نے پوچھا کہ غیر عادت مُسکرانا کس سبب ہی ؟ اُس نے کہا کہ رات کو ایک عجائب خواب دیکھا ہی - اِس واسطے ہر گھڑی مجھ کو ہنسی آتی ہی ۔ کہنے لگی خدا خوب کرے پر میں بھی تو سنوں کیا دیکھا ہی ۔ تاج الملوک بولا - یہہ دیکھا ہی کہ آدھی رات کو تو کہیں جاتی ہی اور مجھے خبر نہیں کرتی ۔ بکاولی یہہ سُنکر ڈری کہ مبادا یہہ بھید اِس پر کھلا ہو اور اچیانا یہہ بھی میرے ساتھہ وہاں گیا ہو - لگ پری کہ کسی طرح سارا سُنئے - پھر کہنے لگی اور بھی کچھہ دیکھا ہی یا نہیں ۔ شہزادہ بولا گویا آج کی رات میں بھی تیرے ہمراہ گیا ہوں اِس طرح کہ پریاں ایک تخت لائیں تو اُس پر سوار ہوئی اور میں پائے سے لٹکتا ہوا چلا گیا - بس آگے نہیں کہتا کہ خواب کی بات بے سر و پا ہوتی ہی اِعتبار نہیں رکھتی خواب خیال ہی بے فائدہ کون بکے

بکاولی بولی کہ تجھے میرے سر کی سوں جو دیکھا ہی سب کا سب کہہ ۔ غرض تاج الملوک تھوڑا سا کہتا پھر چُپکا ہو رہتا اور وہ سوگندیں دے دے پوچھتی جاتی ۔ آخر سارا ماجرا اوّل سے آخر تک ہو بہو کہہ سُنایا اور وہ ہار راجا کا بخشا ہوا تکئے کے تلے سے نکال کر دکھلایا تب تو پری نے اپنا ماتھا پیٹ لیا اور سُن ہو گئی

- بعد ایک دم کے بولی ای شہزادے! یہہ تونے کیا کیا اپنا دشمن تو آپ بنا دیکھ تو میں نے
تیرے کارن ماباپ کے ہاتھ سے کیا کیا رنج اُٹھائے اور اپنے بیگانے کے کتنے طعنے
ہزاروں سہے - یہاں تلک کہ ہر رات آگ میں جلنا بھی قبول کیا پر تجھے نہ چھوڑا اور تیری
چاہ سے مُنہہ نہ موڑا - چنانچہ تونے اپنی آنکھوں بھی یہہ تماشا دیکھ لیا - کچھ کہنے کی حاجت
نہیں - کاشکے تو اُس مجلس میں نہ جاتا اور اتنی دیر ہر رات میری جدائی کا صدمہ اُٹھاتا تو
بہُت بہتر تھا کیونکہ اِس کا انجام اچھا نہیں ، اب حیران ہوں اگر تجھے نہ لیجاؤں تو بنتی نہیں
اور جو لیجاؤں تو چھپائے کہاں تلک رکھوں خیر جو کچھ تقدیر میں ہی سو ہوگا - قسمت کا
لکھا مِٹتا نہیں پر آج اپنے طالع آزماتی ہوں - تجھے ساتھ لئے جاتی ہوں - اپنے سے کر گذر
تی ہوں ، آگے جو مرضی خدا کی - چنانچہ موافق معمول کے بروقت تاج الملوک سمیت گئی اور
راجا سے بعد سلام مجرے کے عرض کی کہ آج ایک بجانے والا بہُت چالاک اپنے ساتھ
لائی ہوں اگر حکم ہو تو یہاں آکر بجاوے راجا نے فرمایا کہ بہُت اچھا ہماری عین خوشی ہی
الغرض وہ بجانے لگا اور وہ نازنین ناچنے لگی ، آخر یہہ کیفیت ہوئی کہ سبھا کی سبھا کو مو
چھا گت لگئی ، راجا بھی اچیت ہو گیا اور اُسی عالم میں فرمایا کہ مانگ جو مانگا چاہتی ہی
- ابھی پائیگی - محروم نہ جائیگی یہہ سُنکر بکاولی نے آداب بجا لا کر عرض کیا - مہاراج کی دولت
لونڈی کو کسی چیز کی کمی نہیں اور کچھ ہوس دل میں باقی نہیں مگر اِسی پکھاوجی کو بخشئے

کیہی آرزو ہی۔ سُنتے ہی اِس سخن کے راجا برہم ہوا اور شہزادے کی طرف غضب سے دیکھہ کر بولا ای آدم زاد! تو ہی اِس کو چاہتا ہی اور یہہ تجھے چاہتی ہی، بہت اچھا تک تو اُس کا مزا چکھو اور کچھہ تو لذّت اُٹھا، تو چاہتا ہی کہ بکاولی سی پری کو بے محنت و مشقت یہاں سے لیجاوے اور اپنی بغل گرم کرے سو نہ ہوگا پھر بکاولی کی طرف سے مُنہہ پھیر کے کہا ای شتاہ! کیا کروں میں تجھہ سے بچن ہار چکا ہوں۔ جا اُسے تجھہ کو ہی بخشا لیکن بارہ برس تلک تیرا نیچے کا دھڑ پتھّر کا رہیگا

یہہ حرف جونہیں اُس سنگدِل کے مُنہہ سے نِکلا۔ وونہیں وہ سیم تن اُسی ہیئت کی ہوکر اُڑنچھو ہوگئی

نظم

یہہ بات ازل سے ہی بہ عالم
تک بادِ بہار یہاں بہے ہی
گہہ سر پہ ہو تیرے تاج شاہی
گُل سے کبھی دِل فراغ دیکھے
یک دم جو نشاط و عیش ہووے

شادی و غمی ہوئی ہی توام
پھر باغ میں بس خزاں رہے ہی
گہہ خاک پہ بسترِ تباہی
گہہ دل پہ ہزار داغ دیکھے
خمیازہ نت اُس کا طیش ہووے

بائیسویں حکایت تاج الملوک کے سراندیپ میں پہنچنے کی

اور بکاولی سے ملنے کی اور چتراوت راجا کی بیٹی کے عاشق ہونے کی

کہتے ہیں کہ بکاولی تو راجا اندر کے سراپ سے پتھر کی ہو کر وہاں سے غائب ہو گئی اور
شہزادہ مانند سیماب کے بیتاب ہو کر لوٹنے لگا تب اُس کو پریوں نے اُٹھا کر نیچے ڈال
دیا، وہ ایک جنگل میں جا پڑا۔ تین روز تلک تو بے ہوش رہا، چوتھے دن جو آنکھ کھلی تو
بہ جائے دلدار پہلو میں خار دیکھے۔ ہر طرف شور و فریاد جا جا کر نے لگا اور بکاولی کی خبر ہر ایک درخت سے پوچھتا
ایک دن اُسی طرح ایک سنگِ مرمر کے تالاب پر جا پہنچا، چاروں طرف
اُس کی سیڑھیاں نہایت پاکیزہ و خوب صورت بنی ہوئیں تھیں اور میوے دار درخت بھی
بہت سے اُس کے گرد لگے تھے، شہزادے نے ایک ساعت تو وہاں دم لیا، بعد
اُس کے نہا کر ایک سایہ دار پیڑ کے تلے پڑ رہا اور اپنی محبوبہ کے تصور میں سو گیا، ناگاہ کئی
پریاں کہ اُس کے احوال سے واقف تھیں وے بھی وہاں آپہنچیں اور اُسی تالاب میں
نہا دھو کر اپنے بال سکھانے لگیں، اُن میں سے ایک کی نظر جو شاہزادے پر جا پڑی
۔ اپنی ساتھنوں سے کہنے لگی بکاولی کا پکھاوجی یہی ہے
تاج الملوک کے کان میں یہہ آواز جونہیں پڑی۔ آنکھیں کھول دیں اور پریوں سے باچشمِ
خونبار پوچھا۔ تمھیں کچھ معلوم ہے کہ بکاولی کہاں ہے؟ اُن کا دل اِس کا حالِ زار

دیکھہ کر بھر آیا، بولیں آنکھوں سے تو نہیں دیکھا مگر سُنا ہی کہ سنگلدیپ میں ایک
بُتخانے کے بیچ ہے ایک پری جسکا دھڑ ناف تک پتھّر کا ہو گیا ہی، تمام دن اُس مندر کا
دروازہ مُندا رہتا ہی اور بعد پہر رات کے صُبح تک کُھلا۔ پھر شہزادے نے پوچھا
کہ وہ مُلک کِس طرف ہی اور کِتنی دور ہے؟ اُنھوں نے جواب دیا۔ راہ کی مُصیبت
تو ایک طرف۔ پر آدمی اگر ساری عُمر چلے تب بھی وہاں تک پہنچ نہ سکے
تاج المُلوک یہہ سُنکر مایوس ہوا اور اپنی زندگی سے ہاتھہ اُٹھا ٹکّریں مارنے لگا اور پتھّروں
سے سر پھوڑنے، پریوں نے اُس کے حال پر رحم کھا کر آپس میں مصلحت کی کہ اِس
آفت رسیدہ کو وہاں تک پہنچایا چاہیئے۔ آگے اُس کی قسمت میں جو ہونا ہی سو ہو گا
بِدان اُسے لے اُڑیں اور بات کی بات میں وہاں پہنچا دیا، بعد ایک لمحے کے اُس
مایوس کو جو تنگ حواس آئے تو کیا دیکھتا ہی کہ ایک شہر رشکِ بہشت
زمین پر آباد ہی اور عجائب اُس کا سواد ہی، رنڈی مرد وہاں کوئی بدصورت نظر
نہیں آتا۔ بلکہ درخت بھی وہاں کے ایسے قدِ موزوں رکھتے ہیں کہ دیکھنے والے اُن کے نظّارے
سے ہِچکِچک رہتے ہیں،
آخر یہہ سیر کرتے کرتے بازار کی طرف جا نکلا راہ میں ایک باہمن پُجاری مِلا اُس سے
پوچھا کہ دیوتا! تم کون سے ٹھاکردوارے کے پُجاری ہو، برہمن نے کہا کہ راجہ چِتر سین

جو اِس مُلک کا والی ہی اُس کے ٹھاکر کا مَیں پُجاری ہوں - پھر تاج الملوک نے پوچھا کہ اِس شہر میں کتنے ٹھاکروں کے مندر ہیں ؟ جتنے کہ معروف و مشہور تھے - برہمن نے بتا دیئے - پھر یہہ کہا کہ تھوڑے دنوں سے دکھن کی طرف دریا کنارے ایک نیا مندر پیدا ہوا ہی ، دن بھر اُس کا دروازہ نہیں کھلتا کوئی نہیں جانتا کہ اُس میں ہی کیا ، شہزادہ یہہ بات سُنکر خوش ہوا اور اُسی طرف جاکر دریا کے کنارے دیول کے دروازے پر بیٹھ رہا ، پھر رات جاتے ہی اُس استھان کے کواڑے یکایک کھل گئے تاج الملوک اندر گیا دیکھا کہ بکاولی آدھی بہ صورت پتھر اور آدھی بہ صورت اصلی - دیوار کا تکیہ لگائے پانو پھیلائے بیٹھی ہی ، اُس کو دیکھ کر حیرت سے پوچھا تو یہاں کیوں کر آیا ؟ اُس نے تمام ماجرا کہہ سُنایا - پھر ساری رات دونوں باتوں میں مشغول رہے جب صُبح ہونے لگی - بکاولی نے شہزادے سے کہا - اب تو یہاں سے جا اگر آفتاب نکل آویگا تو میری طرح تو بھی ہو جاویگا ، بعد اُس کے ایک موتی اپنے کان سے نکال کر اُس کو دیا کہ بالفعل اِسے بیچ کر اپنا اسباب دُرست کر اور چندے اوقات کاٹ تاج الملوک لیکر شہر میں آیا اور اُسے کئی ہزار روپے کو بیچ کر ایک حویلی پختہ مول لی - اسبابِ ضروری بھی بنا لیا اور کئی خدمت گار نوکر رکھے جب رات ہوتی بکاولی کے پاس جاتا اور صُبح اپنے مکان میں آتا ، اِسی طرح ایک مدّت گذر گئی بعضے بعضے اشخاص

ہمسائے کے شہزادے سے آشنا ہو گئے تھے۔ اُس کو سیرِ شہر کی کروانے لگے ایک روز تاج الملوک اُنھیں کے ساتھ سیر کو نکلا تھا، ایک گروہ سر و پا برہنہ بہ حالت تباہ نظر آیا، شہزادے نے یاروں سے پوچھا۔ یہ شخص اگرچہ بہ لباس فقیر ہیں لیکن بہ صورت امیر معلوم ہوتے ہیں، خدا جانے اِس کا سبب کیا ہی اُن میں سے ایک بولا۔ اِن میں بعضے تو شہزادے ہیں کتنے امیرزادے لیکن سب کے سب جلے ہوئے آتشِ اشتیاق کے اور بدھے ہوئے ناوکِ فراق کے ہیں، قصہ اِن کا یوں ہی کہ راجا چترسین کی ایک بیٹی مہ پارہ۔ بلکہ آسمانِ خوبی کا ستارہ ہی، اُس کی مانند کوئی عورت حسین اِس سرزمین میں نہیں

نظم

ہی بھرا ناز قدِّ موزوں میں
باده جھلکے ہی چشمِ میگوں میں

سینکڑوں کُشتے اُس کی ابرو کے
لاکھ بندھوے ہیں تارِ گیسو کے

زُلف اُس کی ہی جس قدر شبگوں
ہی سیہ بخت اُتنا ہی مفتوں

اِمرت اور زہر آنکھ میں اُس کی
پل میں مارے بھی اور جِلاوے بھی

ننگ و ناموس پہلے کھو دیوے
اُس کے کوچے کی راہ تب لیوے

قصّہ مختصر ایک تو وہ پری پیکر آپ ہی قاتلِ گبر و مسلمان ہی۔ دوسرے اُس کے

ساتھہ اَور بھی دو کافریں غارتِ گرِ ایمان ہیں۔ ایک تنبولی کی نِر ملا نام اَور دوسری مالی کی چپلا اِسمِ بامسمّیٰ ہی

غرض تینوں آپس میں پیار اِخلاصِ دلی رکھتی ہیں۔ سونا۔ بیٹھنا کھانا پینا۔ دِن رات ایک جاگہہ ہی اَور اپنے بیاہ کی بھی ہر ایک مختار ہی، جسے پسند کرے اُسی سے ہو۔ کسی کو اِس میں دخل نہیں لیکِن ابتلک کوئی اُن کا منظورِ نظر نہیں ہوا اَور اُن کی آنکھوں میں کوئی نہیں ٹھہرا، شہزادہ یہہ سُنکر چُپکا ہو رہا اِتفّاقاً ایک روز وُہ آوارۂ بیابانِ عِشق اُس حور سرشت کے محل تلے جا نِکلا۔ تماشائی اُس کے گُلِ رُخسار کو بُلبُل وار تکتے تھے اَور دیوانوں کی مانند آپس میں کُچھ کُچھ بکتے تھے اَور وُہ پری زاد بیٹھی جھروکھے میں سے دیکھہ رہی تھی کہ شہزادہ اُس سے دوچار ہوا اَور عشق کا تیر کلیجے کے پار ہوا۔ سُدھہ بُدھہ کی ڈوری ہاتھہ سے چھُٹ گئی۔ بے ہوش ہو کر گر پڑی، نِرملا اَور چپلا نے دوڑ کر اُٹھایا۔ مُنہہ پر گُلاب چھِڑ کا عِطر سُنگھایا۔ تب ایک ذرہ ٹھہری لیکِن سکتے کی سی حالت رہی۔ ہر چند اُنھوں نے احوال پوچھا لیکِن اُس نے حیرت کی مُہر کو مُنہہ پر جوں کا توں رہنے دیا تب نِرملا نے کھڑکی سے نیچے جھانک کر شہزادے کو دیکھا اَور حیرت اوت کی بے تابی کا سبب دریافت کیا پھر تسلّی دیکر کہنے لگی ای رانی! تیری بے قراری نے تو ہم کو دیوانہ بنایا اَور اِضطرابی نے دامنِ صبر چھُڑایا، اِتنی کیوں گھبراتی ہی اَور کِس واسطے ست پتاتی ہی؟ تیرے باپ نے تو بیاہ کی

تجویز موقوف تجھہ پر ہی رکھی ہی ۔ جسے تو پسند کریگی اُسی سے وہ تیری شادی کر دیگا
خاطر جمع رکھہ ، یہہ دیدار و جوانِ ابلق سوار جس کو دیکھکر تیری حالت تغیر ہوئی ہی اگر فرشتہ
ہی تو بھی تیرے دام سے جا نہیں سکتا اور کوئی اُس کو چھڑا نہیں سکتا ، دیکھہ تو ایسا ہی
جال مارتی ہوں کہ ہِل نہ سکے اور ایک قدم آگے چل نہ سکے

یہہ کہکر ایک کُٹنی اُس کے احوال کی تحقیقات کے واسطے بھیجی وہ عجب ایک شوخی و
طنازی سے آئی اور آتے ہی شہزادے کے گھوڑے کا فتراک بند پکڑ کہنے لگی ، تو نہیں جانتا کہ
یہہ شہر مقتلِ غربا ہی اور یہاں عاشقوں کو سولی دینا روا ہی ، یہاں کے پیر و مرغ زیرک کو
بھی ایک تارِ زُلف کی ادا سے پھنسا لیتے ہیں اور ایک نگاہِ ناز سے خاک پر گرا دیتے
ہیں پس تو کس جرات اور دلیری سے اِدھر اُدھر پھرتا ہی اور بادشاہوں کے محلوں پر
دید بازی کرتا ہی مگر آتش کا پرکالہ ہی جو شمع رخوں کے دِلوں کو پگھلاتا ہی اور سنگدلوں کے
کلیجوں کو نرماتا ہی ؟ بارے کہہ کِدھر سے آیا ہی اور کہاں کا رہنے والا ہی ؟ اپنے حسب و
نسب اور وطن سے مجھے آگاہ کر

تاج الملوک اُس کی باتوں سے تاڑ گیا کہ کِسی کی بھیجی ہوئی ہی ، بولا ای چمک چاندنی
بت بنی ! بہت باتیں مت بنا ۔ میرے داغِ دِل سے روئی کو مت اُٹھا ، جا اپنے کسی
مجروح کے زخم پر مرہم لگا ، سُن وطن تو میرا مطلعِ خورشید سے روشن تر ہی اور نام میرا

بادشاہوں کے سر کا افسر جس کی تو بھیجی آئی ہی اُس سے جاکر کہہ کہ مجھ مسافر وحشت زدے کی طرف خیال نہ کرے اور مجھ سے سودائی پر ہرگز اپنا دھیان نہ دھرے

بیت

اُس کنے جا جس کو تیرا دھیان ہو | ناز کر اُس پر ہی جو خواہان ہو

مشاطہ جان گئی کہ وطن اِس کا شہرستان ہی اور نام تاج الملوک عالی نسب اور والا حسب ہی غرض کلّہم احوال دریافت کر چتراوت سے آ بیان کیا۔ پھر تو شہزادہ رنگ برنگ کا لباس بدلتا اور اُس کے زیر جھروکھے ہو نکلتا، چتراوت اُس کے فراق سے چودھویں رات کے چاند کی مانند گھٹنے لگی اور اُس کے درد و غم سے دل ہی دل میں گھٹنے، چند روز تو یہہ راز چھپا رہا، آخرش کھل گیا یہاں تک کہ ماباپ نے بھی سُنا تب راجا نے ایک دلّالہ بڑی ہوشیار پختہ کار بلائی اور شہزادے کے پاس بھیجی کہ لڑکی کی نسبت کا پیغام اُس کو دیوے اور اُس کے دل کو ہر طرح سے لُبھالیوے

القصّہ اُس نے جاکر چترسین کا پیغام شہزادے کو دیا اور اُس گل اندام کے حسن کا بیان اُس کے آگے کیا، اُس نے تمام و کمال سُنکر یہہ جواب دیا۔ تو میری طرف سے بعد سلام نیاز راجا کی خدمت میں عرض کریو کہ جو کوئی قبائے شاہی اور تاج شہنشاہی چھوڑ کر رنج سفر کا اور خرقہ فقر کا اختیار کرے اور اپنے بیگانے سے کنارا پکڑے، اُس کی پابندی کا

خیال کرنا فی الحقیقت پانی پر نقش بنانا اور ہوا کو گرہ میں باندھنا ہی ۔ یہہ کہا اور اُس کو
رُخصت کیا ۔ دلّالہ نے تاج الملوک کے اِنکار کرنے کی کیفیت راجا سے اگر عرض کی ۔
چتر سین اُس کے اغماض کرنے سے مُتفکّر ہوا اور وزیر سے اِس کی مشورت کی ۔ اُس نے
عرض کی کہ ایک غریب بے خان و مان کو اگر بادشاہ اپنا مُطیع کیا چاہے تو کیا بڑی بات ہی
۔ آپ دیکھئے میں اُس کو کِس گھاٹ اُتارتا ہوں اور کیا اکھاڑ مارتا ہوں ۔
الغرض وُہ مکّار اِس بات کے درپے ہوا کہ شہزادے کو چوری کی تُہمت لگا کے گنہگار
ٹھہرائے اور اپنا کام اُس کے ہاتھ سے یوں نِکالئے سچ ہی کہ جو کوئی حکیمِ مُطلق کی حکمتِ
گوناگون کو تاُمّل کی نظر سے دیکھے تو کِسی سِر کو خالی سِر سے نہ پاوے اور ہر ایک شر کے
بعد ایک خیر مُلاحظہ کرے
ای عزیز! حق تعالیٰ نے عالمِ ارواح کو بدن سے نسبت دی ہی پس جو حرکت کہ بظاہر بدن
سے ہو ۔ حقیقت میں روح سے ہی ۔ غرض جو فساد کہ اِس عالمِ فساد میں ہووے تو
اُسی کی طرف سے جان لیکن شرمت سمجھ کہ درپردہ وہ خیر ہی کیونکہ شر کی وہاں
گُنجایِش نہیں القِصّہ تاج الملوک کو خرچ کی اِحتیاج ہوئی ۔ چاہا کہ کُچھ بکاولی سے مانگے اِس
میں وُہ سانپ کا من اپنی ران کا رکھا ہوا تھا یاد آیا ۔ جرّاح کو بُلوا کر ران چِروائی اور مُہرہ نِکال کر
زخم پر مرہم لگوایا جب ۔ چنگا ہوا بازار میں اُسے لیگیا ۔ جوہری دیکھکر حیران ہوئے ۔ وزیر کو

جاکر خبر کی کہ ایک شخص ایسا جوہر بیچنے لایا ہی کہ ہم نے ساری عُمر نہیں دیکھا اور سواے
بادشاہ کے کوئی اُس کی قیمت بھی دے نہیں سکتا۔ سُنتے ہی وزیر نے کئی جوان اُس کے
ساتھ کر دئے اور اُس شہرِ غریب کو ناحق پکڑ وامنگایا۔ دیکھا تو وہی شخص ہی۔ فی الفور اُسے
چوری کی تُہمت لگاکر قید کیا اور راجہ کو یہہ مُژدہ دیا کہ جو مَن سا پرندہ دام توڑ کر اُڑ گیا تھا۔ آج
اِس فریب سے مَیں نے اُسے پکڑا۔ اب یقین ہی کہ جو آپ کہینگا قبول کریگا

تیسواں قصّہ بیاہ ہونے میں تاج المُلوک کے چِتراوت کے ساتھ اور کھو دینے میں اُس ہیرے کے جس میں بکاولی تھی

جب شہزادے کو راجا چِتر سین نے بندی خانے میں نہایت تنگ کیا کہ چِتراوت
سے شادی قبول کرے۔ لیکن وُہ قید کی سختیاں ہرگز خاطر میں نہ لاتا تھا مگر بکاولی کے فراق
سے شب و روز بیقرار رہتا اور در و دیوار سے سر مارا کرتا۔ ایک دِن وہاں کے داروغہ نے
راجا کی خدمت میں جا عرض کیا کہ وُہ نو گرفتار جو مانندِ مُرغِ نیم بسمل رات دِن خاک پر
لوٹتا ہی۔ اگر اُسے جلد آزاد نہ کیجیئگا تو چند روز میں تڑپھ تڑپھ کر مر جائیگا
مہاراج نے اُسے تو کچھ جواب نہ دیا۔ لیکن بیٹی کو کہلا بھیجا کہ تو جا کر اپنے جمال کی شمع کا پرتو اُس
پر ڈال۔ شاید تجھ پر پروانہ وار پگھل جائے اور متاعِ غرور اُس کی جل جائے۔ چِتراوت
یہہ بات سُنکر نہایت شاد ہوئی۔ جلد اپنے تئیں آراستہ کیا اور حُسنِ مادر زاد کو

رتیب و زینت سے دوناکردیا، پھر بنر ملا اور چیلا بھی بن ٹھن کر زُہرہ و مُشتری کی مانند اُس ماہ رو کے ساتھ ہولیں، غرض تینوں شہزادے کے پاس آپہنچیں

ابیات

گئی زِنداں میں وہ رشکِ زلیخا
وہاں وہ یوسفِ ثانی جو دیکھا

برائے نظر وہ لائی تھی جو جو
رکھا فی الفور اُس کے آگے اُن کو

وہ کیا تھے یعنی دنداں مثلِ گوہر
عقیقِ لب بھی برگِ گُل سے خوشتر

پھر اُسے ساعدِ سیمیں دِکھائے
کہ چاندی چاندی جن سے لجائے

رُخِ گُل رنگ کا وہ زر دِکھایا
چمک نے جس کی سورج کو جلایا

سُنگھائی عطر سے باس اپنے تن کی
مہک شرمندہ کی مُشکِ ختن کی

پھر آنکھوں کے اُسے دِکھلائے بادام
عِوض عنبر کے زُلفِ عنبریں فام

رکھا سیبِ ذقن پھر اُس کے آگو
کہ اُس کا ہی مزا چکھے وہ گُگرو

دِلے رکھے انارِ سینہ مخفی
اِطاعت اِتنی کی شرم و حیا کی

مگر شہزادے کی نظرِ قبول اُن میں سے کسی پر نہ پڑی اور کوئی چیز اُس کی نظر دل میں نہ کھبی، فی الواقع اگر حرارت کی آتشِ باطنی تاثیر دار نہ ہوتی تو یہ تحفۂ ظاہری اُس کے سب کے سب اکارت ہوتے

سُن اے عزیز! ہرگاہ رسولِ مقبول نے اپنی عبادت کو بادشاہِ حقیقی کی نذر کے لائق نہ دیکھا۔ عجز سے کہا کہ عبادت تیری میں نے جیسی چاہئے ویسی نہیں کی۔ پھر کِس کا منھ ہے کہ اپنی عبادت پر نازاں ہو۔ بہتر یہی ہے کہ اپنے تئیں اُس کی محبّت کی کٹھالی میں یہاں تک گلاوے کہ مانندِ اکسیر کے خاک ہو جاوے۔ تا شاہانِ اکسیر پسند کی نظروں میں سونے سے زیادہ خوب لگے

القصہ جب چتراوت نے دیکھا کہ چشمِ جادو اور تیغِ ابرو سے کچھ نہ ہو سکا تب بے طاقت ہو کر شہزادے کے آگے گر پڑی اور تڑپھنے لگی۔ یہاں تک کہ شہزادے کے دل کو بھی کچھ صدمہ پہنچا۔ بے اختیار اُٹھ کھڑا ہوا اور اُس کو آغوش میں کھینچ لیا بلکہ شادی بھی قبول کی کیوں کہ بدوں اُس کی خاطرداری اور رضامندی کے کِسی طرح اپنی رہائی نہ دیکھی۔ بزملا نے فی الفور یہہ خوش خبری راجا کو پہنچائی کہ چتراوت گلِ مُراد سے اپنی جھولی بھر گھر میں آئی چترسین نے وونہیں شہزادے کو بندی خانے سے نکلوا کر حمّام کروایا اور خلعتِ شاہانہ مرحمت فرمایا۔ پھر ایک مکانِ دلچسپ رہنے کو دیا اور نیک ساعت دیکھ کر اپنے خاندان کی رسم کے مُوافق اُس دُرِ ناسُفتہ کو اُس لعلِ گراں بہا کے ساتھ بیاہ دیا۔ بعد اُس کے تاج الملوک چتراوت کے خلوت کدے میں آیا۔ بزملا اور چپلا اپنے اپنے عہدے پر آ کھڑی ہوئیں اور اُنھوں نے بھی گرمیاں لگاوٹیں بہتیری کیں۔ لیکن شہزادے نے کِسی کی طرف آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھا۔

سر نیچے کئے رہا، جب پہر رات گئی اُٹھ کھڑا ہوا اور بکاولی کے مندر کی طرف چلا، اُس نے چند روز سے جو اُس گرفتارِ دامِ بلا کو نہ دیکھا تھا۔ تڑپھ رہی تھی اور سر دے دے مارتی تھی، اتنے میں شہزادہ بھی بے تابانہ جا پہنچا، دیکھتے ہی شاد ہو گئی اور سنبھل بیٹھی لیکن ہاتھ پانو کی مہندی دیکھکر منہ اُس کا مارے غُصّے کے لال ہو گیا اور دل کو صدمۂ عظیم پہنچا، طاقت خموشی کی جاتی رہی۔ یوں کہنے لگی واہ واہ شہزادے! اتنے دنوں کے بعد تو آئے پر خوب ہی رنگ لائے، عاشقوں کا نام تونے ڈبایا۔ وفا کو داغ لگایا، زنہار! عاشقی کا دم اب کبھو نہ بھرنا اور اپنا عشق کسی سے اظہار نہ کرنا

مثنوی

ارے سنگدل تونے یہہ کیا کیا — کر انصاف اپنے ہی دل میں ذرا
مرا جسمِ گُل رنگ ہو جاے سنگ — حنا کا ہو پھر تیرے ہاتھوں پہ رنگ
میں پتّھر کی ہو کر رہوں یوں پری — کرے عیش و عشرت تو وہاں ہر گھری
مرا غُنچۂ دل ترا داغ کھاے — کسی اور گُل کو تو چھاتی لگاے
غضب ہی کہ معشوق غم سے گلے — شب و روز سوزِ الم سے جلے
اور عاشق پہ ار رنگ رلیاں مناے — وہ ماتم نشیں ہو یہہ شادی رچاے
نہ لے نام چاہت کا تو اے کثر — پڑیں آہ پتھر تری چاہ پر

اُٹھے میرے سینے سے نت غم کی ہوک

یہ رنجش کی باتیں سُنیں اُس نے جو

غرض اپنے تئیں پھیر جوں توں سنبھال

گیا ہی ترا کِس طرف آج دھیان

اگرچہ ہوں شہزادۂ نام دار

بلا شُبہہ ہوں مالکِ تخت و جا

مرا گوشت اور پوست سب ہی ترا

یہہ جلوے نے تیرے دِوانا کیا

مِرے دِل کو جس دِن سے بھائی ہی تو

تبھی سے کوئی جی کو بھاتی نہیں

ترے پانوسا مُنہہ نہیں چاند کا

بہ جز تیرے پھر کِس پہ ای دِلرُبا

نہیں جگ میں تُجھ سی کوئی دوسری

کبھو مُجھ سے مت ہوجیو بدگماں

اگر تو کہے آگ میں جل مروں

کرے چین تو حیف تاجُ المُلوک

لگا بید سا کانپنے ڈر کے وو

پری سے لگا کرنے یوں قیل و قال

خیال ایسے دِل میں نہ لا میری جان

ترا ہوں ولے بندۂ جاں نثار

پہ تیرا ہوں مملوک ای رشکِ ماہ

تِرے ہاتھ میں تو یہ دِل بِک چُکا

سب اپنوں سے مُجھ کو بِگانا کیا

اور آنکھوں میں جب سے سمائی ہی تو

نظر میں بھی کوئی سماتی نہیں

تصدُّق ہوں تُجھ پر سے سوا بچھرا

یہہ عاشق ترا ہوئیگا مُبتلا

پرے آنکھ کِس پر بھلا پھر مِری

میں عاشق بہ دِل ہوں ترا میری جاں

جو فرمائے جھٹ سے کوئے میں گروں

تعلق کسے اور کے ساتھ ہی — مرا جینا مرنا ترے ہاتھ ہی

ولے کیا کروں سخت ناچار تھا — ترے قید میں میں گرفتار تھا

مجھے خواہش کتخدائی نہ تھی — پر اُس کے کئے بن رہائی نہ تھی

نہ کرتا جو اِس کام کو میں بھلا — تو آکر تجھے کِس طرح دیکھتا

میں اُس قیدخانے میں مرتا اُدھر — تو اِس تنکدے میں تڑپتی اِدھر

پہنچتی نہ میری خبر تجھ تلک — نہ حالت ترے درد کی مجھ تلک

فقط اپنا ہی دیکھتا جو ضرر — تو کرتا نہ یہہ بات اے سیمبر

مجھے اپنا جی اِتنا پیارا نہ تھا — یہ نقصان تیرا گوارا نہ تھا

یقیں تھا مرے دل کو اِس بات کا — نہ جیونگی تو بھی جو میں مرگیا

اِسی سوچ میں پیچ یہہ پڑ گیا — مجھے ورنہ شادی سے کیا کام تھا

پری نے یہہ سُنکر غضب سے کہا — بھلا جھوٹھ اِتنا ہی کیوں بولتا

کوئی بیاہ کرتا ہی مجبور ہو — ارے میرے آگے سے چل دور ہو

وفا و محبت تری دیکھ لی — یہہ دو دِن کی چاہت تری دیکھ لی

تجھے عیش و عشرت مبارک رہے — مجھے رنج و زحمت مبارک رہے

تجھے مجھ سے اِس حال میں کام کیا — بُرے وقت کا کون ہی جز خدا

سُنا اُس نے اِس طرح کا جب کلام | لیا اپنا دِل دونوں ہاتھوں سے تھام
دمِ سرد بھر بھر کے رونے لگا | وہ دِل دادہ جی کو بھی کھونے لگا
پری نے جو دیکھا اُسے اشکبار | لگی آپ بھی رونے بے اختیار
یہہ حالت بہت دیر تاری رہی | کہ طرفین سے آہ و زاری رہی
پھر آخر کو وہ عاشقِ بیقرار | گِرا اُس کے پانوں پہ یک آہ مار
پری بھی تحمّل نہ تک کر سکی | اُٹھا اُس کے سِر کو گلے لگ گئی
کہ میں تجھ سے جی میں نہیں کچھ خفا | یہہ شِکوہ زبانی فقط ہی کیا
ہی منظور بس مُجھ کو تیری خوشی | خفا ہونے والی میں صدقے ہوئی
کیا تو نے جو تھا وہی مصلحت | میں عورت ہوں آخر مری کیا ہی مت
ہوا تجھ سے جو مُجھ کو ہی سب قبول | نہ ہو تو ذرا اپنے دِل میں ملول
ہزاروں ہوں گُلرو اگر تیرے پاس | تو ہی جان و دِل سے ولے میرے پاس

القصّہ اِسی وضع کا کلام آپس میں رہا۔ ہر گھڑی اُدھر سے ناز تھا اور اِدھر سے نیاز۔ اُس طرف سے شِکایت اِس طرف سے معذرت بعدازاں تاج الملوک نے ماجرا اپنے قید پڑنے کا اور چتراوت سے شادی کرنے کا مفصّل بیان کیا اور اُس آئینہ رو کے دِل سے غبارِ کدورت بالکل کھو دیا۔ اِتنے میں صبح نمود ہوئی۔ تاج الملوک گھر آیا اور چتراوت کے

پلنگ پر سو رہے ۔ اِسی طرح بِلا ناغہ ہر شب بکاولی پاس جاتا اور دِن چِتراوت کے ساتھ
نقل و حکایت میں کاٹتا ۔ وہ شاہزادے کی اِس چال ڈھال سے نِہایت حیران تھی اور
اپنے دِل ہی میں کہتی تھی یا الٰہی ! یہہ طُرفہ ماجرا ہی کہ باوجود اِس قُرب کے میرے دِل کی
آگ شہزادے کے پُنبہ زار کو سُلگاتی نہیں اور اُس کے خرمنِ تحمّل کو جلاتی نہیں ، تعجّب
ہی کہ بیدِل و دِلارام ایک گھر میں ہیں اور تفاوت پورب پچّھم کا سا ہی ، اَی
عزیز ! جب تک تیرے دِل کی آنکھیں اغیار کے حُسن کو دیکھتی ہیں تب تک تجھے
یار کی صورت دِکھائی نہ دیگی ۔ ہرچند کہ بے پردہ ہو پہلے تو خارِ رغبتِ اغیار کو دِل کی
سرزمین سے اُکھاڑ ۔ پھر گُلِ رُخسارِ یار کو سہج میں دیکھ لے اگر تو اپنے گُلشنِ وجود کو
بہ نظرِ تامُّل دیکھے تو اُس کے رنگ بو کے سِوا کچھ اور نہ پاوے

اَلقِصّہ ایک دِن چِتراوت نے شہزادے کا گِلہ بہُت سا اپنے باپ سے کیا اور اُس کی
بے اِلتفاتی کا سارا احوال کہا تب راجا نے کِتنے جاسوس شہزادے کے پیچھے لگائے تا اِس بات کو
جلد تحقیق کریں ۔ یہہ تمام رات کہاں رہتا ہی ۔ وے اُسی توہ میں تھے کہ یہہ اپنے وقت پر
گھر سے نِکلا اور اُسی دیہرے میں گیا ، رات بھر رہا ، صُبح ہوتے پھر محل میں داخل ہوا ۔
ووںہیں اُنھوں نے جاکر راجا سے عرض کیا کہ شہزادہ فلانے دیول میں صُبح تک رہتا ہی
اُس سیاہ دِل نے کئی سنگ تراش چالاک دست اُسی وقت بھیجے کہ اُس کو کھود کر

بہا دیویں، اُنھوں نے بہ موجب حُکم کے اُس مندر کو بیخ و بُنیاد سے اُکھاڑ کر دریا میں ڈال دیا

و تاج المُلوک اپنی عادت پر جو وہاں گیا تو اُس کا نشان بھی نہ پایا تب دیوانوں کی مانند وہاں

کی خاک پر لوٹنے لگا اور یہہ رُباعیاں پڑھنے

رُباعیات

اِس سے اب پوچھوں یا میں اُس سے پوچھوں
افسوس اُدھر کا کوئی آیا نہ اِدھر
دن رات رہے ہی ماں میں نے جنگو سانس
کس سے پوچھوں میں آہ کہو نکر ڈھونڈھوں
ای جان تِرا کھوج اگر پاؤں میں
کچھہ ہو نہیں سکتا ہی کروں کیا ای کاشش

مُنہہ دیکھہ رہے ہی آہ جس سے پوچھوں
ای جان تیری خبر میں کس سے پوچھوں
کیا ٹوٹ گئی ہی آہ من کی آسا
وہ مُلک جہاں تو نے لیا ہی باسا
مر پڑ کے بھی اپنے تئیں پُہنچاؤں میں
بھاتے جو زمیں یہاں کی سما جاؤں میں

آخر نا اُمّید ہو کر دہاڑیں مار مار رُوا اور پھر آیا، چند روز تو اُس کو بیقراری کی شدّت اور

آہ و زاری کی کثرت رہی جب اُس صنم کے وصل سے بالکل مایوس ہوا۔ رونے کا بھی

حاصِل کُچھہ نہ دیکھا تب صبر کا پتّھر اپنی چھاتی پر لیا اور چتراوت کی جادو بھری باتوں پر دھیان

کیا، نداں نسیم وار اُس کے غنچۂ اُمّید کو شگفتگی بخشی اور نیسانِ وصال سے

اُس کی صدف پُر گُہر کی

چوبیسویں داستان بکاولی کے پیدا ہونے کی ایک کسان کے گھر میں اور ملنے میں تاج الملوک کے چترا وت سے اور پہنچنے کی شرقستان میں

کہتے ہیں کہ اُس بتخانے کی زمین کو ایک کسان نے جوتا اور وہاں سرسوں بوئی تاج الملوک کبھی کبھی اُس کی سبزی دیکھنے جاتا اور اپنے دلِ بیقرار کو وہاں کی سیر سے تسکین دے لاتا جب وہ پھولی اور اُس نے بہار کی تب شاہزادہ دونوں وقت وہاں جانے لگا اور یہہ رباعی پڑھنے

رُباعی

کیا رنگ تمھارا ہی کہو تو پھولو
نِکلے ہو زمیں سے اِس لئے پوچھوں ہوں

آتی ہی مجھے عشق کی اِس رنگ سے بو
گلشن سے مرے کچھ بھی خبر رکھتے ہو

القصہ وہ کھیت پکا اور کِسان نے کاٹ کر بنا لیا۔ پھر اُس کا تیل نکالا، ازبسکہ کِسانوں کا چلن یہہ ہی کہ جو چیز کھیت میں اُگتی ہی۔ اُس کو پہلے آپ کھاتے ہیں، اِس لئے وہ اُس کی جورو کے کھانے میں آیا، باوجود اِس کے کہ وہ بانجھ تھی خدا کی قدرتِ کاملہ سے حاملہ ہوئی اور نو مہینے کے بعد ایک لڑکی پری پیکر جنی، کِسان کا گھر بِن چراغ اندھیرا تھا۔ اُس شمع کے پرتو سے روشن ہو گیا، ہر طرف دھوم پڑ گئی کہ ایک بانجھ کے گھر سرسوں کے تیل کی تاثیر سے ایک لڑکی ایسی حسین پیدا ہوئی ہی کہ اُس کے حسن کی تقریر و تحریر

کِسی سے نہیں ہو سکتی، چودہ دِن کی تو اَیسی ہی کہ اُس کے مُنھہ کی چمک نے چودھویں
رات کے چاند کی جوت پھیکی کردی جب چودہ برس کی ہوگی تب سورج کو بھی داغ
دیوینگی، رفتہ رفتہ یہہ بات تاجُ المُلوک کے بھی کان پری، جانا کہ یہہ تاثیر اُسی سر سوں
کی ہی۔ کِسان کو اُس کی بیٹی سمیت بُلوا بھیجا جو نہیں نظر اُس لرکی پر پری شکل
اُس کی مُطابِق اپنی معشوقہ کی صورت کے پائی، نہایت شاد ہوا سمجھا کہ اُسی نے
اِس کے یہاں جنم لیا ہی

بہُت سے روپے اُس کِسان کو دیکر رُخصت کیا اَور کہا کہ اِس لرکی کو بہ خوبی پرورش کر
جب وُہ سات برس کی ہوئی تب ہر طرف سے اُس کی شادی کے پیغام کِسان کو آنے
لگے لیکِن وُہ اِس اندیشے سے کہ شاہزادے نے اِس کی پرورش کے واسطے تاکیدِ شدید کی
تھی خُدا جانے آگے کیا اُسے منظور ہی۔ اَیسا نہ ہو کہ میری جان پر آبنے، سب کو صاف
جواب دیتا اَور بہانہ یہہ کرتا کہ جِس وقت وُہ سیانی ہوگی۔ جِسے پسند کریگی اُسی
سے بیاہ دونگا

قِصّہ مُختصر جب اُس نے دسویں برس میں پانو رکھّا، تاجُ المُلوک نے ایک مشّاطہ
کے ہاتھہ اُس دِہقانی کے پاس یہہ پیغام بھیجا کہ اپنی لرکی کی شادی مُجھہ سے کردے، یہہ سُنکے
وُہ بیچارہ تھر تھر کانپنے لگا اَور بولا کہ مُجھہ غریب عاجز کا یہہ مُنھہ کہاں جو بادشاہ کے داماد کو اپنا داماد

کروں، اُس کا یہی آخر پھل ملیگا کہ میری بیٹی لونڈی ہوکر رہنگی پس ہزار افسوس کہ ایسی مہا سُندر کنور راجا کی بیٹی کی چیری بناؤں اور اُس کے آگے اسے کمواؤں یہہ سُنکر لڑکی نے کہا سُنو بابا! میرا نام بکاولی ہی میں پری ہوں تم ایسے اندیشے نہ کرو، سب طرح سے خاطر جمع رکھو۔ کچھہ سوا اس نہیں کہ گلِ رنگین کی جگہہ آخر سر پر ہی اور دُرِ بے بہا کا مکان شاہوں کا افسر ہی، تم شہزادے کو کہلا بھیجو کہ چندے اور بھی توقف کرے، اِس ان بنیاں چُپ ہو رہے، مشاطہ نے آکر سب ماجرا حضور میں عرض کیا

تاج الملوک سُنتے ہی مارے خوشی کے پھول گیا اور اُس کو بہت سا انعام و اکرام دیکر رُخصت کیا جب نحوست کے دن بکاولی کے آخر ہوئے تب سیکڑوں پریاں ہر چہار طرف سے دھائیں اور سمن رو پری بھی پوشاک پُر تکلف و جواہرات بیش قیمت لیکر معہ تختِ زرّین آ حاضر ہوئی، بادشاہزادی نے کپڑے بدلے گہنا پہنا جب بن ٹھن چکی، ماں باپ سے کہا کہ میں اِتنے دنوں تُمھارے گھر میں مہمان تھی۔ اب رُخصت ہوتی ہوں، بعد اُس کے باپ کا ہاتھہ پکڑ گھر کے پچھواڑے لیگئی اور اشرفیوں کا ایک ہنڈا کسی زمانے کا گڑا ہوا بتا دیا کہ اِس کو نکال کر اپنے خرچ میں لاؤ۔ پھر رُخصت ہوئی اور تخت پر سوار ہو بیٹھی، پریاں فی الفور اُس کو اُٹھا کر لے اُڑیں اودھر جس جگہہ کہ تاج الملوک چتراوت و نیر ملا و چپلا کو لے بیٹھا تھا۔ آ اُتریں

بکاولی نے سب کو وہیں چھوڑا۔ آپ اکیلی اندر جا گھسی اور اُنکا ایکی چترا وت کا ہاتھ
پکڑ کر بہنوں کی طرح پیار سے گلے لگ گئی وہ اُس کی سج دھج دیکھکر یہہ بیحواس ہوئی
کہ مسند سے دب کر بیٹھی، بعد اُس کے پری نے تمام اپنی سرگذشت شہزادے سے
کہی اور اُس کی سُنی۔ پھر چترا وت سے کہا کہ اگر شہزادے کی رفاقت منظور ہی
تو بسم اللہ اُٹھہ کھڑی ہو، وہ تیرا گھر ہی کچھہ اندیشہ نہ کر، چترا وت نے کہا کہ میری جان تو
شہزادے کے ساتھہ ہی۔ پھر اِس جسمِ خالی کو کہو نکر رکھہ سکونگی۔ بہ دل حاضر ہوں
۔ اُس وقت بکاولی نے پریوں کو اشارت سے کہا کہ تم ظاہر ہو، نقل کرتے ہیں کہ چپّا بھر
زمین سنگلدیپ کی پھر پریوں سے خالی نہ رہی، شہر میں دھوم پڑ گئی۔ لوگ ہر بڑا گئے
یہاں تک کہ راجا مضطرب ہو کے بیٹی کے محل میں دوڑ آیا، دیکھتے ہی اُس کو شہزادہ اِستقبال
کے لئے اُٹھکر چند قدم آگے بڑھا اور اپنی مسند پر لا کر بٹھلایا۔ پھر اپنا اور بکاولی کا احوال مُفصّل
کہہ سُنایا، وہ پہلے تو بہت سا کُڑھا پھر نہایت خوشی ہوا اور چترا وت کا ہاتھ پکڑ کر
بکاولی کے ہاتھہ میں دیا اور کہا کہ یہہ میری یک لوتی بیٹی ہی، تیری پرستاری کے واسطے دیتا ہوں۔
توقّع کہ اِس پر نظر مہربانی کی رکھیو اور اپنی لونڈی جانیو، یہہ کہکر رُخصت کیا
تاج الملوک تخت پر سوار ہوا۔ بکاولی اور چترا وت داہنے بائیں بیٹھی نر ملا اور چپلا ادب سے
سامھنے، بعد اُس کے پریاں تخت کو لے اُڑیں بات کی بات میں تاج الملوک کے

محل کی ڈیوڑھی پر رکھ دیا

بکاولی و چترادت جونہیں اندر گئیں وونہیں زین الملوک کے وزیر کا بیٹا بہرام نام کہ ملک نگاریں

و باغ و قصر کا علاقہ اُسی کو تھا نذر لیکر دوڑا آیا اور آداب بجالا کر اپنا نام و نشان بتایا

تاج الملوک نے اُس پر بہت سی نوازش فرمائی - نذر لی پھر دولت خانے میں داخل ہوا

- دلبر و محمودہ دیکھتے ہی شاہزادے کو بے نہایت شاد ہوئیں - پھر بکاولی اور چترادت

سے بھی ہنسی خوشی ملیں

پچیسواں قصہ تاج الملوک کے نامہ لکھنے میں فیروز شاہ و مظفر شاہ اور اپنے باپ کو اور آنے میں اُنکے واسطے ملاقات کے اور روح افزا پر بہرام وزیر زادے کے عاشق ہونیکا

مصور نگارستان عشق کا اِس قصے کی تصویر صفحۂ کاغذ پر یوں کھینچتا ہے کہ تاج الملوک نے

فیروز شاہ و مظفر شاہ و زین الملوک کو مژدہ اپنے پہنچنے کا لکھ بھیجا - پڑھ کر اُس کو ہر ایک کا

دل افسردہ تر و تازہ ہوا - چنانچہ فیروز شاہ نے معہ جمیلہ خاتون بڑی جاہ و حشمت سے

شہرستان کی طرف کوچ کیا اور مظفر شاہ و حسن آرا روح افزا سمیت اُسی تجمل سے

روانہ ہوا ، زین الملوک بھی ہمراہ خاص محل کو لیکر بڑی کرّ و فر دلاو لشکر سے چلا

غرض اندک زمانے میں ملک نگاریں اور اُس کی گرد نواح کے بیچ انسان و پریزاد کی اتنی

کثرت ہوئی کہ تِل دھرنے کو جگہہ نہ رہی ، بارے تاج المُلوک اور بکاولی کے دیدار سے سب
کے سب مسرور ہوئے اور ہر ایک دِل سے رنج والم یک لخت دور ہوئے تین روز تلک
جشن رہا - ناچ راگ دِن رات ہوا کیا ، چوتھے دن ہر ایک شاد و خُرّم رُخصت ہو کر اپنے اپنے
مُلک کو روانہ ہوا مگر بکاولی نے روح افزا کو نہ چھوڑا کہ چندے اور بھی اُس کی صحبت سے
حظِّ زندگانی اُٹھاوے اور ایّامِ جدائی کی سختیاں سب کی سب دِل سے بھلاوے ، عقیق کا دالان
اُس کی خوابگاہ کے لئے مُقرّر کیا - وُہ پری پنکر اُس حور سرشت کے ساتھ پہر رات گئے تلک
سرگرمِ گفتگو رہتی ، بعد اُس کے خوابگاہ میں آکر سو رہتی ایک رات کی نقل ہے کہ روح
افزا کی چوٹی سوتے میں کھڑکی کے باہر اتفاقاً جا پڑی تھی اور اُس کے مُباف میں ایک گوہر
شب چراغ چمک رہا تھا ، بہرام بھی اُس وقت چاندنی کی سیر کرتا ہوا اُدھر جا نکلا - جوں
نگاہ اُس پر جا پڑی - پہلے تو سمجھا کہ کالا اپنا من مُنہہ میں لئے چڑھا جاتا ہے - پھر بہ غور جو دیکھا
تو معلوم کیا کہ کسی کی چوٹی میں لعل چمکتا ہے ، جی میں سوچا کہ شاید بکاولی یہاں سوتی ہو
اور اُس کی چوٹی لٹک پڑی ہو لیکن دل اُس کا تمام رات پیچ و تاب کھاتا رہا
آخر رہ نہ سکا - صبح کو سمن رو پری سے پوچھہ بیٹھا کہ فلانے مکان میں کون سوتا ہے
؟ اُس نے کہا کہ وُہ روح افزا کی خوابگاہ ہے ، سُنتے ہی اُس کے عشق کا سودا بہرام کے
سر میں پیدا ہوا اور اُس کی زنجیرِ زُلف ڈھونڈھنے لگا

چُنانچہ دوسرے دِن آدھی رات کے وقت کمند مار کے اُس مکان میں جا اُترا اور دالان
کے اندر بیتابانہ چلا گیا۔ کیا دیکھتا ہی کہ وہ رشکِ زُہرہ ایک سونے کے پلنگ پر چِتّی
نازسے سوتی ہی‌ـا۔ یہہ کیفیت اُس کی دیکھ کر کیفیوں کی مانند بیخود ہوگیا۔ اُس نے تو
کبھو اِس شراب کو چکّھا نہ تھا۔ نشہ اُس کا سنبھال نہ سکا۔ بدمستوں کی طرح اُس پری
پیکر سے ہم آغوش ہو کر مچّھیاں لینے لگا، وونہیں آنکھ اُس کی کُھل گئی۔ دیکھا کہ بہرام ہی
اگرچہ سنگِ عشق اُس کا اِس کے شیشۂ دِل کو بھی چور کرچکا تھا لیکن اِتنی چالاکی و بیباکی
اُس کی طبع نازک کو خوش نہ آئی۔ بہت سا جُھنجھلائی، آخر دو تین طماچے مار کر ایسا
دھکّا دیا کہ کِھڑکی میں سے نیچے گر پڑا اور زار زار روتا ہوا اپنے گھر چلا گیا، صُبح ہوتے ہی روح افزا نے
بکاولی سے رُخصت مانگی، اُس نے ہر چند سماجت و مِنّت کی کہ چند روز اور بھی رہو
لیکن روح افزا نے نہ مانا اِس واسطے کہ اگر رات کی بات ظاہِر ہوگی تو بکاولی مُجھے ہنسی میں
لیونگی اور بہت چھیڑیگی، آخِر شَش ٹھہری اور جزیرۂ فِردوس کو گئی لیکن بہرام کے عِشق سے دِن کو
چین سے ایک جاگہہ نہ بیٹھتی اور رات کو ایک دم آرام سے نہ سوتی۔ بلکہ اکثر اوقات شمع
فانوس کی مانند چِھپ چِھپ روتی، ساعت بہ ساعت سمومِ غم سے پھول سی مُرجھاتی
اور اپنی نرگِسِ مخمور میں پل پل آنسو بھر بھر لاتی سچ ہی کہ جو کوئی دیدۂ غور سے مُلاحظہ کرے
تو عِشق کی بیتابی معشوق میں زیادہ دیکھے اور رِشتہ کشِشِ قلب کا بھی اُسی کے ہاتھ میں

پاوے ۔ یہہ وُہ گروہ ہی کہ کِسی کے گلے مین عشق کی کمند ڈال کر دور سے اپنے حضور کھینچ لے اور کِسی کو فلاخنِ ہجر سے دور پھینک دے

چھبیسویں کہانی جزیرۂ فردوس مین بہرام کے پہنچنے کی سمن رو کی مدد سے اور روح افزا کے ملنے مین توجہ سنفتہ کی

کہتے ہین کہ بہرام روح افزا کے فِراق سے یہان تک لُٹ گیا کہ دُبلاپے سے آنکھوں مین حلقے پڑ گئے لیکن اِس بات سے سوائے سمن رو کے اور کِسی کو اِطّلاع نہ تھی چُنانچہ وُہ مدام اُس کو نصیحت کیا کرتی کہ ای بہرام ! اِس خیالِ خام سے درگذر اور اپنے دِل سے یہہ اندیشۂ فاسِد دور کر۔ کیونکہ ناجنس کا شجرِ مُحبّت سوائے فراق کے کُچھ ثمر نہین دیتا خاک مین ملے اُیسی دوستی جِس سے ہمیشہ خرابی و اِضطرابی جی کو رہے اور آدمی ناحق ایک بے پروا کے پیچھے اِتنے دُکھ درد سہے تو تاج المُلوک کی بات پر نہ جا کہ نادِر ہی یہہ اِتفاقاً ہو گیا کہ بکاولی کی طبیعت اُس پر آگئی واِلّا آدمی اور پری مین کیا مُناسبت لطیف و کثیف مین مِلاپ کی کونسی صورت لیکن بہرام چُپکا سُنا کرتا ۔ کُچھ جواب نہ دیتا مگر یہہ بیت پڑھتا

بیت

نصیحت کرتے ہو ناحق تُم اِتنی	نہین جانے کی زنگی سے سیاہی

جب سمن رو نے دیکھا کہ عشق کا کانٹا بہرام کے جگر میں ایسا چُبھا ہی کہ نکلنا اُس کا
نہیت دُشوار ہی، کہا ای خود فراموش! اِس مہم میں مُجھ سے تیری کُچھ اور
مدد تو نہیں ہوسکتی لیکن اگر تو کہے تو میں جزیرۂ فردوس میں تجھے پہنچا دوں۔ پھر آگے
تیری قسمت ہی، وہ اِس بات پر بھی بہ خوشی راضی ہوا تب سمن رو نے
اُس کو زنانے کپڑے اور گہنا جتنا کہ مُناسب تھا پہنایا بہرام امرد تھا ہو بہو ایک رندی
پری پیکر بنکر اُڑ چلا۔ پھر اُس کا ہاتھ پکڑ جزیرۂ فردوس کو لے اُڑی اور اپنی مُنہ بولی بہن کے گھر
میں رکہ نام اُس کا بنفشہ تھا اور وہی مشّاطہ روح افزا کی تھی آ اُتری۔ وہ سمن رو کے آنے
سے نہایت مسرور ہوئی اور پوچھنے لگی کہ یہہ نوجوان لڑکی تُمھارے ساتھ کون ہی
؟ اُس نے کہا کہ یہہ بھی میری دینی بہن ہی، اِس کا جی اِس سرزمین کی سیر کو بہت
چاہتا تھا۔ اِس واسطے میں تُمھارے پاس لائی ہوں اِسے خوب طرح سیر کرواؤ،
اُس نے کہا بہت اچھّا سر کے زور آنکھوں سے۔ پھر سمن رو تو رخصت ہوکر بکاولی
کے پاس آئی اور بہرام بنفشہ کے گھر میں رہا،

وہ اُس کو دُنیا کی نعمتیں کِھلاتی اور شفقت و مہربانی سے دِن کو ہر ایک باغ میں لے جاتی
جابہ جا تماشا دِکھاتی، شام کے وقت گھر آتی۔ پھر اپنی مشّاطگی کا اسباب لیکر
روح افزا کی خدمت میں جا حاضر ہوتی

اِسی طرح چند روز گذرے، ایک روز بنفشہ کہیں گئی تھی۔ بہرام نے جو گھر خالی پایا۔ اُس کی مشّاطگی کے اسباب میں سے آئینہ نکال کر اُس کی پُشت پر یہہ ریختہ لکھّا اور جہاں کا تہاں دھر دیا

ریختہ

روشن نہ تھا یہہ کچھ رُخِ نیکوئے آئینہ — چمکا ہی تیرے عکس سے کبار وئے آئینہ

مُشّاطہ آئینے کو ترے آگے باادب — بٹھلا ہی دیوے کھینچ کے زانوئے آئینہ

غیرت یہہ کہتی ہی کہ اِسے چور ہی کروں — کیوں دیکھا تو نے جان مری سوئے آئینہ

سُنکہ جو تیرے ہووے کسی اور طور سے — نظروں سے گر پڑے رُخ دل جوئے آئینہ

آئینہ ایک دم نہ ٹھہرتا ترے حضور — پکڑا ہی تیرے عکس نے ہیش روئے آئینہ

الغرض بنفشہ اپنے وقت پر مقابا اور سنگار دانی لیکر روح افزا کے پاس جا حاضر ہوئی۔ پھر کنگھی چوٹی کر کے آئینہ جو اُس کے ہاتھ میں دیا۔ شہزادی کی نظر اُس کی پُشت پر جا پڑی۔ نوشتہ دیکھا اور دل ہی دل میں اُس کو پڑھ کر معلوم کیا، ہر چند راقم اُس کا سِوائے بہرام کے کوئی نہیں لیکن اِس بات کو اِس طرح دریافت کیجئے تا اُس کے آنے کا یقین ہو جاے اور دغدغہ دل میں نہ رہے، مُشّاطہ سے یوں مخاطب ہوئی ای بنفشہ! جو چیز ہمیشہ ہی وہ کیا ہی؟ اور وہ شی جو مدام غم کے ساتھ ہی کون سی ہی

اُس نے ہرچند غور کی لیکن جوابِ معقول نہ سوجھا تب عرض کی کہ اِس کا
جواب لونڈی کل دیونگی، اِس وقت مُعاف کیجئے، یہہ کہہ کر گھر آئی پر اُس پہیلی کے
بوجھنے میں نہایت مُتفکّر و مُتردّد تھی، اُس کی گھبرائی صورت دیکھ کر بہرام نے پوچھا بوا، آج
اِتنی بیچواس کیوں ہو؟ تب بنفشہ نے سوال روح افزا کا اِس کے روبرو بیان کیا اور کہا
۔ مجھ کو اُس کے جواب میں سوائے اِس بات کے کچھ نہیں سوجھتا۔ یعنے اُس حکیمِ
مُطلق کی حکمتِ رنگارنگ دوام ہی اور شادی و غم سے وابستہ مدام ہی، بہرام نے
سُنکر کہا۔ اُس سوال کا یہہ جواب ہرگز نہیں۔ بلکہ یوں ہی، جس عاشق کے منہہ پر
معشوق کے ہاتھہ کے طمانچے لگے ہیں، وہ ہمیشہ سُرخرو ہی اور سدا زہرِ ناخوشی سے
تلخ کام وہ ہی کہ جس کا مطلوب محجوب ہی اور وہ ہر ایک کو اپنا محبوب سمجھتا ہی
، نقل مشہور ہی کہ مجنوں سے پوچھا کہ خلافت بعد پیغمبر کے خُلفائے راشدین میں سے
حق کس کا تھا؟ اُس نے جواب دیا کہ لیلی کا، القصّہ بنفشہ نے اُسی کا جواب دیا ہوا
صُبح کو روح افزا کے حضور جا کر تقریر کیا، سُنتے ہی اُس کو بہرام کے آنے کا یقین ہوا اور بنفشہ سے
پوچھنے لگی۔ سچ کہو۔ یہہ جواب کس نے دیا ہی؟ اُس نے ہرچند کہا کہ رات کو میرے
ہی خیال میں گذرا تھا۔ لیکن پری نے ہرگز نہ مانا تب بنفشہ نے مجبور ہو کر کہا کہ سمن روپری
اپنی مُنہہ بولی بہن کو اِس سرزمین کی سیر کے واسطے میرے گھر چھوڑ گئی ہی۔ اُسی نے

یہہ جواب مجھ کو سکھایا ہی
روح افزا نے کہا تو اُس کو ہمارے یہاں کبھو نہ لائی - بھلا آج تو ساتھ لیتی آئیو - ایک ذرا ہم
بھی دیکھیں، اُس نے کہا بہت اچھّا اُس کی میری دونوں کی سعادت ہی،
چُنانچہ شام کے وقت پہنا اوڑھا کر اپنے ہمراہ لے گئی، روح افزا نے دیکھتے ہی پہچان لیا کہ بہرام
ہی لیکن اغماض کیا اور کُچھ مُتوجّہ نہ ہوئی، وہ سمجھا کہ اِس نے ہنوز مُجھے نہیں پہچانا شاید
آئینے کی پُشت نہیں دیکھی اور میرا لکّھا مُلاحظہ نہیں کیا، قِصّہ کوتاہ جب بنفشہ چوٹی گوندھ چُکی
- شہزادی نے آئینہ مانگا - بہرام نے جلدی سے اُٹھا کر پُشت کی طرف سے اُسے دکھا دیا
، وہ غُنچہ دہن بے اختیار کِھل کِھلا کر ہنس پڑی اور بنفشہ سے کہنے لگی کہ تُمھاری بہن نپٹ
کور ہی کہ اب تک آرسی کی پُشت و رو نہیں جانتی - آج کی رات اِسے یہیں چھوڑ جاؤ
، ہم اِس کے ساتھ ہنسیں بولیں چُہل کریں، اُس نے عرض کیا میری عین خوشی ہی
اور اُس کی سراسر سرفرازی
یہہ کہکر وہ تو اپنے گھر آئی اور بہرام اپنی دلارام کے خلوت خانے میں رہا، دانایوں پر ظاہر ہو
اگر بہرام زنانا لباس نہ پہنتا تو ہرگز اپنی معشوقہ سے اِتنا جلد نہ مِلتا اور اپنے مطلب کو نہ پہنچتا
، فی الواقع جو عاشق کہ معشوق کا رنگ پکڑتا ہی معشوق اُس کا خود عاشق ہو جاتا ہی
- چُنانچہ پیغمبرِ خُدا (صلی اللہ علیہ و آلہ) نے بھی اِسی وضع کا کلام فرمایا ہی، حاصل اُس کا

یہہ ہی کہ خصائل خُدا کی پیروی کرو تا قُرب اُس سے حاصل ہووے

جب اُمورِ عالم کے انتظام دینے والوں نے نقاب ظُلمانی سے چہرۂ روز کو چھپایا اور چادرِ مہتاب کا فرشِ نورانی سطحِ زمین پر بچھایا۔ روح افزا پریوں کی مجلس سے اُٹھ کر خلوت سرا میں آئی۔ بہرام کو اکیلا لے بیٹھی اور آشنا صورت سے اجنبیوں کی طرح سررشتہ سخن کا نکالا۔ کہو بی بی تُمھارا نام کیا ہی؟ اُس نے کہا کو چہ ننگ و نام تو مُجھ سے کبکا چھوٹ چکا ہی۔ سوا ے تیرے نام کے کُچھ یاد نہیں، پری نے پھر پوچھا کہ یہاں کس واسطے آئی ہو؟ جواب دیا کہ پروانے کے آنے کا سبب شمع پر بہ خوبی روشن ہی۔ اُس سے پوچھا چاہیے

روح افزا بہرام کی میٹھی میٹھی باتوں سے دل میں تو بہُت محظوظ ہوئی لیکن ظاہر میں ترش ہو کر بولی ای مکر ہائے عیّارے! تیری باتوں سے میں نے پہچانا کہ تو رنڈی نہیں بلکہ مرد ہی، یہہ بھگل نکال کر تو یہاں درآمد ہوا اور میری ناموس کو برباد دیا۔ دیکھ تو اِس دلیری کی کیسی سزا دیتی ہوں اور اِس ڈھٹائی کا بدلا کیا لیتی ہوں، وہ ناکردہ کار نیش و نوش کے رنج و حلاوت سے واقف نہ تھا۔ ناز و نیاز کے بھید اُس پر کھُلے نہ تھے۔ علاوہ اِس کے طمانچوں کا صدمہ آگے اُٹھا بھی چُکا تھا۔ وے ناز کی باتیں سچّی سمجھا۔ یقین ہوا کہ اب پھر مار کھاؤنگا اور نکالا جاؤنگا۔ مارے ڈر کے تھر تھر کانپنے لگا اور اِس بیت کو پڑھ کر بیہوش ہو گیا

بیت

کر قتل پھر آکہ تیرے آگے مرنا | بہتر نہ کہ دورِ زندگانی کرنا

تب توُ پریزاد سہمگئی کہ مبادا اِس ڈر گے سے اِس کی جان پر آجائے اوُر جفا کاروں میں میرا نام لکّھا جاے، ندان بے اختیار دوڑ پڑی اوُر اُس کا سر زانوں پر رکھ کے رُخِ گُلفام کی باس یہاں تک سُنگھائی کہ اُس کو پھر ہوش میں لائی، ای عزیز! اگر تو اپنے ہیَں نورِ عقل کو جگنوں سے زیادہ نہیں چمکائیگا تو تجلّیِ یار سے فائدہ نہ پائیگا اگر تو نے یہہ ہستی موہوم نہ چھوڑی تو حیاتِ ابدی کب تیرے ہاتھہ لگی جو راہِ عشق میں آپ سے نہ گُذرا۔ وُہ منزلِ مقصود میں کب پہُنچا

القصّہ بہرام نے جو آنکھہ کھولی تو اپنا مرتبہ برنگِ گُل دیکھا اوُر محبوبہ کا بسانِ بُلبُل۔ مارے خوشی کے پھول گیا اوُر اگلی پچھلی باتیں بھول گیا۔ پھر توُ بے کھٹکے اپنے ہونٹھہ کہ رشکِ گُلبرگ تر تھے۔ اُس کے دہن سے کہ غیرتِ غُنچۂ یاسمن تھا۔ مِلائے اوُر خوب ہی مزے اُڑائے ازبسکہ وُہ گُل پیرہن بھی اِشتیاق میں بھری ہوئی تھّی اپنے تئیں روک نہ سکی گتھہ ہی گئی

آخر نسیم نے کلی کو پھول بنایا اوُر آپس میں نئی نئی طرح سے لُطف اُٹھایا۔ پھر تو روح افزا کا یہہ جی لگا کہ ایک ساعت بھی اُسے رہنا دُشوار ہوا۔ پھر یہہ اِرادہ کیا۔ اِس کو

حرزِ جان کی طرح گلے سے لگائے رکھئے پر دشمنوں کی نظروں سے چھپائے رکھئے،
آخر ایک طلسم اُس کے گلے میں باندھا اور قمری بنا کر ایک سونے کے پنجرے میں
رکھا۔ دن بھر تو وہ سرو گُل اندام اُس کو اپنے روبرو لٹکائے رکھتی۔ رات کو پنجرے
سے نکال پھر آدمی بناتی اور صبح تلک اُس کی صحبت سے انواع واقسام کی کیفیتیں
اُٹھاتی، چند مدت اسی طرح گذر گئی اور یہہ بات چھپی رہی، آخر عشق و مشک
بن ظاہر ہوئے نہیں رہتا۔ کچھ بو باس یہاں کی حُسن آرا تک پہنچی، ایک دن لور کے
تڑکے اُسی کی سُن گُن لینے اناچت روح افزا کے پاس آنکلی۔ دیکھا کہ اُس کی زلفِ
مُشکیں کا طور بے طور ہی اور سیبِ زنخدان کا رنگ ہی اور ہی۔ نسترنِ رُخسار
کی رنگت گُل کی سی دیکھی اور نرگسِ نیم خواب کی کیفیت مُل کی سی۔ پشواز کی چولی
کی حالت اور طرح کی پائی اور انگیا کی صورت کچھ اور ہی نظر آئی تب جی میں سمجھی کہ اِس کا
یاقوت کسی کے الماس سے مُقرّر کندہ ہوا اور جھوکا نسیم کا بلا شُبہ اِس کے غُنچے کو لگا
دوڑ کر غُصّے سے ایک دو ہتھڑ پیٹھ میں ماری اور کہنے لگی اری علامہ آفت کا ٹکڑا کل کھوا نام
ڈبوا، کیا غضب کیا تو نے کوار پنے میں کس سے آنکھ لگائی ؟ تجھے غیر مرد سے لاج نہ آئی
۔ حیف تیری زیست پر چینی بھر پانی میں ڈوب مر۔ تیری رُسوائی کا دماما بج گیا۔ تو نے
باپ کا نام خراب کیا۔ سچ بتا کہ یہہ کیا ماجرا ہی ؟ نہیں تو تیرا گلا گھونٹ ڈالونگی

اور جیتا نہ رکھونگی

روح افزا مارے ڈر کے تھرّا اُٹھی اور یوں کہنے لگی امّاں! مُجھے تُمھارے سر کی اور باوا جان کے قدموں کی قسم ہی جو مَیں نے کسی مرد کو دور سے بھی دیکھا ہو اِن آنکھوں ہیں کے آگے آوے جو جھوٹ کہتی ہوں، یہہ نِری تہمت ہی اور صاف بندش، تُم کیسی ماں ہو کہ بیٹی کو عیب لگاتی ہو اور لوگوں کے کہنے سُنّے پر جاتی ہو

غرض اُسنّے ہرچند سخت سخت قسمیں کھائیں اور بہتیری باتیں بنائیں پر اُس نے ہرگز باور نہ کیا بلکہ درپی ہوئی کہ جس چور نے اُس گھر میں کو نقب دی ہی اُسے پکڑا جائیے اور سزا کو اچھّی طرح پہنچائیے۔ ہزاروں جاسوسوں اور عیّاروں نے زمین و آسمان تک ڈھونڈھ مارا لیکن گھر کے پنجرے کا بھید کِسی پر نہ کُھلا، ای عزیز! تو عرش پر کِس کے ڈھونڈھنے کا ارادہ رکھتا ہی جو تیرے خانۂ دِل میں ہی اُس کی تو تُجھے خبر ہی نہیں واہ واہ دور کا دھیان اور نزدیک اُسے نہ جان

بیت

کون ہی گھر میں نہیں اِتنی بھی جب تُجھ کو خبر		پھر تو کیا جانے کہ کیا ہیگا فلک کے اوج پر

القصّہ حسن آرا نے مجبور ہو کر روح افزا کی خواصوں کو بہت سا دھمکایا اور مظفّر شاہ کے غضب سے ڈرایا تب ایک خواص کہ نام اُس کا گُلرخ تھا نزدیک اُس کے آکر یوں کہنے لگی

اُس خلوت سرا کا بھید ہم پر کبھو نکر کھلے ۔ نہ وہاں تک گذارا نہ دیدۂ باطن بینا

فرد

اُس کے مُنہہ کے دیکھنے کو دیدۂ دل چاہیئے | چشمِ ظاہر بین ہماری دید کر سکتی ہی کب

لیکن اِن دنوں ہماری صاحب زادی صبح و شام اُس قُمری سے مشغول رہتی ہی اور اُس کے پنجرے کو ایک دم آنکھہ سے اوجھل نہیں رکھتی ؛ ظاہر میں تو یہہ پرندہ اِتنی لیاقت نہیں رکھتا ۔ باطن سے ہم کو آگاہی نہیں بس اپنا طائرِ قیاس آگے اُڑ نہیں سکتا مگر ملکہ اُڑتی چڑیا پہچانتی ہیں ۔ اِس کی کُنہہ سمجھہ لیوینگی

ای نادان ! اِنسان کہ بہ سببِ عِلاقہ روح سبزہ زارِ دُنیا کی سیر کو آیا ہی جب تک یہہ مُربّع طلِسم عناصر اُس کے گلے پڑا ہی اور قفسِ وُجود میں طوقِ بندگی اُس کا گلوگیر ہی ۔ چشمِ ظاہر بین سِوائے مُشتِ خاک کے کُچھہ نہیں دیکھتی جس دِن یہہ طلسم توٹ گیا کیفیت اُس کی کُھل جاینگی کہ وُہ کون ہی اور یہہ نیرنگ کیا ہی ، چنانچہ رسول صلّی اللہ علیہِ وآلِہِ نے بھی فرمایا ہی جب لوگ مرینگے ۔ اپنے احوال سے آگاہ ہووینگے ، وُجودِ مُطلق ایک دریا ہی اور ہر موجود مثلِ حُباب جب بُلبُلے میں سے باو نِکل گئی سِوائے دریا کے کُچھہ نہیں پس تامُّل سے دیکھہ کہ اصلِ ہستی حُباب کی عین ہستی دریا کی ہی لیکن فرق مرتبے کا البتّہ حُباب کو کوئی دریا و نہ کہینگا اور دریا کو حُباب ۔ کعبے کو

قبلہ کہتے ہیں اور بُتخانے کو کنشت جہنم کو دوزخ اور جنت کو بہشت

فرد

ہی حکم وجود اور ہی ہر مرتبے کے بیچ | زندیق ہی جو حفظ مراتب کرے نہ تو

واقعی مسئلہ وحدت وجود کا مشکل ترین مسائل ہی بہتیرے اِس بحرِ عمیق میں
گر کے مذہب جبری کے بھنور میں جا پڑے اور اکثر مسلک دہری کے گرداب میں ڈوبے
- ہادی یہاں فضلِ الٰہی اور کرمِ رسالت پناہی کے سوا کوئی نہیں
قصہ کوتاہ حسن آرا نے روح افزا کی نشست گاہ میں جا کر پنجرے کو اُتار لیا اور ارادہ جانے کا
کیا روح افزا اُس کو شاہین کے چنگل میں دیکھ کر کلیجہ پکڑ کر رہ گئی - مُنہ سے تو مارے لحاظ
کے بول نہ سکی پر طائرِ روح اُس کا قفسِ تن میں پھڑکنے لگا، ہر چند تڑپا لیکن صیادِ
قضا و قدر کے ہاتھ سے نہ چھوٹا، سچ ہی کہ آدمی اِس امر میں بہت ناچار ہی - ہر چند کہ ایسی
حالت میں اُس کو جینا ناگوار ہی پر بِن آئے مر نہیں سکتا
ندان اُس بے پر کو وہ پری لے اُڑی اور مظفر شاہ کے روبرو اُس کا پنجرا لا کر رکھ دیا، شاہ
نے نکال کر اُس کو بال و پر تمام ٹٹولے، آخر گلے پر جو ہاتھ جا پڑا تو ایک تعویز بندھا نظر آیا -
جونہیں اُسے کھولا - بہرام آدمی ہو گیا، حاضرینِ مجلس سخت متعجب ہوئے، بادشاہ
آتشِ غیرت سے بھنک کباب ہو گیا اور کہنے لگا - ای بدذات نابکار! تو غضبِ سلطانی سے

نہ ڈرا اور اپنے جی میں کچھ نہ سوچا سچ کہہ۔ اِس دیار میں تجھے کون لایا اور بادشاہوں کے
محلوں میں کس نے پہنچایا؟ اب اِس ڈھٹھائی اور بے پروائی کا ثمرہ تو بجز ہلاکت کے
نہ پاویگا اور اُس کی سزا میں اپنی جان سے جاویگا

بہرام بولا کہ عاشقوں کا رہنما جذبۂ اشتیاق ہی اور اُنھیں کے سزاوار تکلیفِ مالا یطاق ہی
عشق کی زنجیر وُہ نہیں کہ کوئی آپ سے پانوں میں ڈالے اور بہ اختیار گرفتار ہووے عاشقوں نے
رشتہ رشتۂ اختیار سے توڑا ہی اور بے اختیاری سے جوڑا ہی۔ جس نے زندگی سے
ہاتھ دھوئے اُسے موت سے کیا خطرا ہی اور جان کی کیا پروا ہی مگر حسرتِ دیدار میرے
جی میں رہیگی اور آنکھوں سے سیل خون گور میں بھی بہیگی

شعر

مگر خوں کی دید سے محروم ہیں رہ جاؤنگا	موت سے ہرگز نہیں ڈرتا نہ کچھ غم ہی ولے

آخر منظور شاہ کا شعلۂ غضب ایسا بھڑکا کہ لوگوں سے فرمایا۔ اِس آتش کے پرکالے کو
جلد شہر سے دور لیجا کر آگ میں ڈال دو اور جلا کر خاکِ سیاہ کرو۔ اتفاقاً تاج الملوک اور
بکاولی گلستانِ ارم کی سیر کو آتے تھے۔ جس مقام سے کہ جزیرۂ فردوس نزدیک
رہ جاتا ہی وہاں پہنچے، جی میں آیا کہ چلو روح افزا کو بھی دیکھتے چلیں اور ایک آدھ دن یہاں
کی بھی سیر کر لیں

اِلقصّہ جزیرۂ فردوس کی طرف پھر پڑے اور وہاں آنکلے جہاں لکڑیوں کا انبار لگا تھا اور بہرام اُس میں بیٹھا تھا، بلکہ چار طرف سے آگ بھی دے چکے تھے۔ جونہیں بکاولی نے لوگوں کی بہت بھیڑ دیکھی اور آگ بھڑکی ہوئی اُسے نظر پڑی، تخت اپنا قریب لیکر پوچھنے لگی کہ یہہ کیا ہنگامہ ہی اور کیسا رولا؟ کوئی بول اُٹھا روح افزا کے عاشق کو جلاتے ہیں، سُنتے ہی اِس بات کے جلد تخت سے اُتر آگے بڑھی۔ کیا دیکھتی ہی کہ بہرام ہی۔ فی الفور پکار اُٹھی ارے! جلد اِس آگ کو بُجھاؤ! اور اِس جوان کو نکالو اگر اِس کا ایک رُواں جلا تو سینکڑوں کے سر جلاؤنگی بلکہ اُن کا گھر کا گھر خاک میں ملاؤنگی

لوگ ڈر گئے وونہیں آگ کو بُجھا دیا اور بہرام کو نکال شہزادی کے حوالے کیا۔ وہ اُس کو ہمراہ لے ایک باغ میں آاُتری۔ پھر تاج الملوک کو اور اُسے وہیں چھوڑ آپ مُظفّرشاہ اور حُسن آرا کے پاس آئی۔ جُھک کر سلام کیا اُنھوں نے سر اُس کا چھاتی سے لگایا خیر و عافیت پوچھی اور آنے کی حقیقت۔ بولی کہ میرا بے اختیار آپ کے اور چچی کے دیکھنے کو جی چاہتا تھا۔ سِوائے اِس کے خیریت ہی لیکن راہ میں عجب ماجرا دیکھا کہ میرے سُسرے کے وزیرزادے کو لوگ جلایا چاہتے تھے اگر میرے آنے میں ایک دم کا اور وقفہ ہوتا تو وہ جلکر راکھ ہو جاتا اور آپ کو دُنیا سے کھو جاتا اگرچہ مرنا سب کا بُرا ہی خصوصاً ایسے جوانِ شکیل کا

- فی الواقع تقصیر بھی اُسّے ایسی ہی ہوئی تھی لیکن اِس طرح کی سزا اب فائدہ نہیں رکھتی
جو کچھ ہونا تھا سو ہوا، میں نے فرض کیا کہ اُسے آپ نے مارا لیکن کلنک کا ٹیکا تو نہ
مٹیگا! اب تو سو جانتے ہیں تب ہزار جانینگے - اِس سے بہتر یہہ ہی کہ اُس کی تقصیر
مُعاف کیجئے اور روح افزا کو اُسی کے ساتھ بیاہ دیجئے - کیوں کہ بہرام نہایت طرح دار
و قابل ہی - کچھ اِس میں بین مینکھ نہیں وزیر و بادشاہ میں ناتا رشتہ ہوتا آیا ہی
- کیا مضایقہ ہی اور جو اِنسان کو آپ حقیر جانتے ہیں تو پھر مجھ کو کیوں تاج الملوک سے
بیاہا؟ بیٹی اور بھتیجی میں کیا فرق ہی - جیسی میں ویسی وہ

مُظفّر شاہ نے یہہ باتیں سُنکر سر نیچا کر لیا اور کہا بُہت بہتر مُختار ہو - پھر وہاں سے
روح افزا کے پاس آئی - دیکھا کہ وہ آنسو آنکھوں میں ڈبڈبائے سر جھاڑ مُنہ پہاڑ بنائے
اٹواٹی کھٹواٹی لئے پڑی ہی - ہنسکر کہنے لگی، واہ واری گُھنّکی! کہاں جا سُسر نگ لگائی
، پناہ مانگئے تجھ سے اور ڈریئے تیرے دیدے سے لے اب اُٹھ بھی کھڑی ہو - کیوں مکر
پھیلا رہی ہی اور شرارت سے آنسو بہا رہی ہی، اب ہنس بول کپڑے بدل
حُجرے سے باہر نکل میں تیرے چاہیتے کو سلامت لئے آئی ہوں، اب کوئی دن میں دِل
کھول کے ملیو اور من مانتے عیش کیجیو

روح افزا بہن کی باتوں سے مُسکرا کر اُٹھ بیٹھی اور بلائیں لیکر گلے سے لپٹ گئی، رات کی رات تو

بکاولی وہیں رہی صبح کو روح افزا کتیں مظفر شاہ اور حسن آرا پاس لے گئی، تقصیر معاف کروائی - پھر اُس کو مائیوں بٹھا کر تاج الملوک اور بہرام سمیت جزیرۂ ارم میں آ پہنچی اور اِس ماجرے کو من و عن اپنے ماباپ کے گوش گذار کیا - پھر اُن سے درخواست کی کہ جس دھوم سے وے تاج الملوک کو لیکر بیاہنے آئے تھے - اُسی طرح تم بھی اِس کو بیاہنے لیچلو اور کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کرو

چنانچہ اُنھوں نے ویسی ہی مہمانداری و تیاری اندر باہر کی اور اُسی تجمل سے بہرام کو خلعتِ شاہانہ پہنا جواہر میں لاد موتیوں کا سہرا باندھ بڑی کرّوفر سے جزیرۂ فردوس کو روانہ ہوئے - وہاں کی تیاری کا بھی کیا پوچھنا ہے اور روح افزا کے بناؤ کا کیا کہنا ہے - طلسم کی سوبھا اور پری کا بناؤ زبان کیا بیان کرے اور قلم کب لکھ سکے، غرض براتیوں کو دولھہ سمیت مظفر شاہ کی طرف کے لوگوں نے پیشوا لیا اور نہایت عظم و شان سے مجلسِ نشاط میں بٹھایا اور زنانی سواریوں کو اِسی وضع سے حسن آرا کی علاقہ مند بی بیاں اُتروا کر بڑے مان مہت سے مجلس میں لے آئیں - پہر رات رہے تک تو اندر باہر ناچ راگ کی صحبت رہی، آتش بازی انواع و اقسام کی چھوٹا کی - پھر اپنے خاندان کے چلن کے موافق اُس پری پیکر کا نکاح اُس رشکِ قمر کے ساتھ بندھوایا

بعد ہریان کی رسم کے نوشہ کو ریت رسم کے واسطے محل میں بھجوایا، بکاولی نے بھی بہنوں

کی سی وضع بہرام کے ساتھہ کی اور توں نے تونْ تکے کرتے ہوئے اُس کی طرف سے
خوب جھگری۔ پھر آرسی مُصحف دِکھایا اور دولھہ کو دُلہن کا جھوٹا شربت پِلایا
بعد اِس کے مُظفّر شاہ اور حُسن آرا نے روح افزا کو بہت سا دان دہیز نقد جِنس
لونڈی غُلام وغیرہ بہ تجمّلِ تمام رُخصت کیا۔ برات کو اُسی رونق سے فیروز شاہ و تاج الملوک
لئے ہوئے شاد و خُرّم جزیرۂ اِرم میں داخل ہوئے۔ کئی دِن وہاں بھی چُہل رہی۔ پھر بکاولی و
تاج الملوک روح افزا و بہرام کو اُسی طُمطراق سے لیکر مُلکِ نگارین کو روانہ ہوئے
اندک عرصے میں جا پُہنچے۔ پھر بہرام کے ماباپ کو بُلوا کر تمام قِصّہ کہہ سُنایا اور دونوں کا دیدار
اُسی روپ سے دِکھایا۔ وے بہو بیٹے کو دیکھہ کر بہت خورسند ہوئے اور بکاولی کے
جان و دل سے احسان مند ہوئے۔ مِن بعد وزیر نے مجلس نِشاط کی وہیں تیّار کی
۔ بادشاہ کو جا کر لے آیا اور جِتنے چھوٹے برے امیر تھے اُن کو بھی بُلایا جِس قدر شہر میں
اہلِ طرب تھے اُن کو طلب کیا
غرض کئی دِن تلک ناچ راگ کی صُحبت رکّھی۔ مہمانداری بھی بہ خوبی کی۔ بادشاہ و
بادشاہزادے کے حضور سینکڑوں کشتیاں جواہر و پوشاک کی رکھیں اور محل
میں بھی اُسی قبیل سے بھجوائیں۔ اِنعام و اِکرام لوگوں کو بہت سا دِیا نقد و جِنس اَنگِنَت بانٹا
بعد اُس کے حضرتِ اعلیٰ قلعۂ مبارک میں تشریف لے گئے۔ سب

مہمان بھی رُخصت ہوئے - پھر بکاولی نے حمّالہ کو کہلا بھیجا کہ جلد میرے باغ و محل کو اُکھیڑ واکر یہاں لے آ، وہ دو چار ہی دِن کے عرصے میں لے پہنچی - فی الفور اُس کو مُتّصِل اپنی دولت سرا کے نہایت آراستگی کے ساتھہ قایم کرواکر روح افزا و بہرام کے حوالے کیا، الحمدُللہ خُدا کے فضل سے سب کے سب شاد ہوئے اور بہ خوبی آباد ہوئے

بیت

غرض جس طرح دی اُنھوں کی مُراد
ہماری بھی دے یا اِلٰہی مُراد

تاریخ سالِ ہجری

یہہ قِصّہ ہوا جب بہ خوبی تمام
تو پھر فِکرِ تاریخ تھی صُبح و شام

اچانک سُنی میں نے آوازِ غیب
کہ ہی مذہبِ عشق تاریخ و نام

تاریخ سن عیسوی

ہوئی پھر یہہ خواہش کہ کِلک و زباں
کریں عیسوی سال کو بھی بیاں

تو پھر ہاتِفِ غیب نے دی صدا
کہ اِس مذہبِ عِشق میں کوئی آ

کرے مُشرب و جام گر اِختیار
تو رازِ نہاں اُس پہ ہو آشکار

ناظِرین پر روشن ہو کہ تھوڑا سا احوال شاہِ جہاں کے بادشاہ ہونے کا آخِرِ کتاب میں تھا، مُترجِم نے اُس کو معہ اُس حکایت کے جو اُس کے مُطابِق تھی - اِس واسطے ترجمہ نہ کیا

کہ وُہ خِلاف شاہِ جہاں نامے کے نِکلا۔ شاید مُصنّف نے سُنا سُنایا لکھا تھا۔ وِالّا اِتنا فرق نہ ہوتا۔ جِس کو مُفصّل اُس کا دریافت کرنا ہو۔ وہ اصل کتاب کے آخر کو اور شاہِ جہاں نامے کے اُس مقام کو جہاں وُہ احوال ہی مُلاحظہ کرے

تمت تمام شد

فہرست کتاب مذہبِ عشق یعنے گُلِ بکاولی

تمام